بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کہف

از

عبداللہ وسیم

انتساب

اللہ کے نام

جس نے مجھ سے کہف لکھوایا۔

الحمداللہ رب العالمین۔

پیش لفظ

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا، مہربان ہے۔

کہف میرا دوسرا ناول ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک دن یوں ہی دماغ میں آنے والے خیال کو ایسے ناول کی شکل دوں گا۔ میرے دوست نے مجھے کہا کہ ایک ناول لکھو جس کا نام ''کہف'' ہو۔ مجھے نام پسند آیا اور پھر جب ہم نے مل کر کہانی سوچی تو اللہ نے ہمارے ذہنوں میں ایک نئی کہانی ڈال دی۔ کہف میرے دل کے بہت قریب ہے۔ میں نے اسے تب لکھا ہے جب میں ایک مشکل صورتِ حال میں تھا اور کہف کی باتیں مجھے حوصلہ اور ہمت دینے کے لیے کافی مددگار ثابت ہوئیں۔ اللہ کے فضل سے.....

تصویر آپ میں سے بہت سے لوگ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں اور الحمداللہ سب کو ہی پسند آ رہا ہے۔ آپ سب نے میری اتنی حوصلہ افزائی کی ہے اور مجھے کہف لکھنے کے لیے ہمت دی ہے۔ اس کے لیے آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔ ایک نئے لکھاری کو اسی حوصلہ افزائی کی ضرورت ہوتی ہے تو ہی وہ اگلی بار پہلے سے بھی زیادہ محنت کرتا ہے اور زیادہ اچھا کام کرتا ہے۔ کہف ایسا ہی ہے۔

کہف، تصویر سے طویل ہے۔ میں ہمیشہ یہی کہتا ہوں کہ یہ ناول اللہ نے مجھ سے لکھوایا ہے۔ میں نے جب بھی لکھنے کے لیے قلم اٹھایا، میں نے یہی دعا کی کہ اللہ مجھ سے اچھا کام کروائے۔ اچھے سین لکھوائے۔ اللہ نے میری دعا سنی اور کہف آپ کے سامنے ہے۔ میں ایک بات واضح کر دوں کہ اسے بھی پہلے مکمل پڑھیں اور پھر ہی کوئی رائے قائم کریں۔ اس ناول میں ہر کردار کی ایک کہانی ہے۔ ہر کردار بہت جگہوں سے ہوتا ہوا ادھر تک پہنچا ہے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ کہف اتنی طوالت پکڑ لے گا۔ میں چاہ کر بھی اسے چھوٹا نہیں کر سکا۔ ہر سین ضروری تھا۔ ہر بات ضروری تھی۔ ایسا میرا خیال ہے۔ آپ اختلاف کر سکتے ہیں۔ مجھے تب بہت مزہ آتا ہے جب کردار غلطیاں کرتے ہیں کیونکہ

میرا ماننا ہے کہ کچھ بھی perfect نہیں ہوتا۔ایک کردار کو کبھی بھی پرفیکٹ نہیں دکھانا چاہئے۔وہ بھی ہماری طرح غلطیاں کرے اور اپنی غلطیوں سے کچھ سیکھے کیونکہ ہر کردار ہمارے اردگرد ہی کوئی نہ کوئی بندہ ہوتا ہے۔ماریہ کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں اسے کیا سبق دیتی ہیں؟ لیڈی مہر کی انتقام کی جنگ میں وہ کہاں آ گئی ہیں؟ انجلین جیسے معصوم لوگ دوسروں کے برے رویے کیونکر برداشت کریں؟ روزی جیسے لوگ جو بظاہر عقل مند ہیں مگر وہ بھی چھوٹی اور کبھی بڑی بڑی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔کہف کی کہانی ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے طول پکڑتی گئی ہے۔آپ نے پڑھ کر خود دیکھنا ہے کہ ماریہ والی غلطیاں ہم بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ کہیں ہم بھی لیڈی مہر کی طرح انتقامی تو نہیں بن گئے؟

شروع میں میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کہف میں مذہب کے بارے میں بات کروں گا۔اس کی تھیم ہی مختلف تھی۔میں اسے ایک ایڈونچرس ناول بنانا چاہتا تھا مگر، ہر روز میں سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات کی تلاوت کرتا تھا اور پھر ایک دن اللہ نے میرے ذہن میں بات ڈالی اور جب میں قرآن کھول کر سورۃ الکہف کو با ترجمہ پڑھا تو میں حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔ان دس آیات میں ایک اتنا اچھا point تھا۔پہلے میری نظروں سے نہ گزرا۔پھر جب میں نے پوری سورۃ پڑھی تو.....میری حالت بیان سے باہر تھی۔اتنا کچھ ہے اس سورۃ میں۔میں ایک ناول میں کبھی بھی بیان نہیں کر سکتا، اسی لیے میں نے فقط ایک حصہ ہی لیا اور زندگی میں پہلی بار میں نے تدبر کیا۔آیات کو سمجھا۔اللہ کے انداز کو سمجھا۔اللہ کس طرح عین مدعے کے مطابق بات کرتا ہے اور اس میں ہمارے لیے کتنے سبق ہوتے ہیں۔سبحان اللہ۔تب ہی میں نے کہف میں اللہ کی باتیں لکھنے کا سوچا۔سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ میں ناول شروع کر چکا تھا اور سارے کردار ہی غیر مسلم تھے۔میں یہ موقع نہیں گنوانا چاہتا تھا اسی لیے میں نے کہانی میں بدلاؤ کیے۔کچھ کرداروں کو اسلام سے جوڑا اور ان کے ذریعے میں نے وہ باتیں آپ تک پہنچائی ہیں جو میں نے سیکھی ہیں۔کہف کے سفر میں یہ کام سب سے مشکل تھا۔ان چند کرداروں کو اسلام سے جوڑنا اور ایسے کہ ایک جیسا نہ لگے۔کوشش.....کی ہے کہ خوش اصلوبی سے کروں۔

ناول لکھتے ہوئے جتنا مزہ مجھے آیا ہے۔ان شائاللہ پڑھ کر آپ کو بھی اتنا ہی مزہ آئے گا۔میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ناول میں کوئی نئی چیز دکھاؤں۔میں روایت سے ہٹ کر لکھنا چاہتا ہوں۔اللہ کے فضل سے میں اس میں کامیاب ہو رہا ہوں۔میرے آنے والے ہر ناول میں میرے قارئین کو ایک نئی چیز ضرور نظر آئے گی۔پڑھنے کے بعد مجھے اپنی رائے سے آگاہ ضرور کیجیے گا۔

کہف کے سفر میں ہر اس انسان کا شکریہ جس نے میری مدد کی۔کانسپٹ کے لیے میرے بہترین دوست خزیمہ اکرام کا شکریہ۔پروف ریڈنگ کے لیے میری تایازاد بہن شفق قاسم اور آمنہ اکرام کا بہت بہت شکریہ اور میرے قارئین کا شکریہ، جنہوں نے کہف کے لیے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا اور بارہا مجھ سے کہف کے بارے میں پوچھ پوچھ کر مجھے لکھنے کی ہمت دی۔

دعاؤں کا طلب گار

عبداللہ وسیم insta@abdullah.waseem_

فہرست

قید.....6

دریا کے پار.....43

سوال.....74

لیڈی مہر.....117

چالیس سال قبل.....139

اورفن ایج.....183

خون.....228

داوشنگ ویل(The Wishing well).....259

تلاشِ گمشدہ.....296

اصحابِ کہف.....354

پردہ.....410

کہف.....494

باب اوّل

قید

''سب تعریف خدا ہی کو ہے
جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی
اور اس میں کسی طرح کی کجی (اور پیچیدگی) نہ رکھی۔
سیدھی (اور سلیس اتاری)
تا کہ لوگوں کو سخت عذاب سے جو اس کی طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے
اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے
کہ اُن کے لئے (ان کے کاموں کا) نیک بدلہ (یعنی) بہشت ہے۔

جس میں وہ ہمیشہ آباد رہیں گے۔''

سورۃ الکہف (۱تا۳)

.....

کالی رات میں خوف تھا۔آسمان پہ کوئی تارا جگمگا تا دکھائی نہ دیتا تھا۔ہر طرف اندھیرا تھا جس کی وجہ سے کوئی شے نظر نہیں آتی تھی۔کسی بندہ بشر کا نام ونشان بھی وہاں نہیں تھا۔تاروں سے خالی آسمان ابر آلود تھا۔بادل برسنے کو تیار کھڑے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے بارش شروع ہوگئی تھی۔کچھ دیر بعد بارش کی رفتار میں اضافہ ہوگیا۔دفعتاً بجلی چمکی اور لمحے بھر کے لیے ہر چیز کو روشن کر گئی۔بادل اتنی زور سے گرجے کہ ہر چیز کانپ اٹھی۔خوف سے.....وہ سب بھی کانپ اٹھے تھے۔

بجلی پھر سے چمکی اور منظر واضح ہوا۔

وہ جیسے کسی چھت کے نیچے تھے۔بارش ان پر نہیں برس رہی تھی۔پہاڑ کے اندر ہی جیسے کوئی سایہ دار جگہ تھی۔وہ پتھریلی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔چپ.....ڈرے.....سہمے.....خوف زدہ.....

بارش تیزی سے برس رہی تھی اور ساتھ ساتھ بجلی چمکنے سے خوف میں اضافہ ہو رہا تھا۔درخت لہلہا رہے تھے اور بہت سے درخت زمین سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

''ہم یہاں سے کب نکلیں گے؟''ان میں سے ایک نے پوچھا۔سب بری طرح ڈرے ہوئے تھے۔وہ یہاں کسی کی تلاش میں آئے تھے مگر یہاں ایک مصیبت ان کی منتظر تھی۔وہ اس میں پھنس چکے تھے۔باہر جانے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔وہ سب پتھریلی زمین پہ ہاتھوں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹے بیٹھے تھے۔وہ اس وقت بے بس تھے۔یہاں کوئی ان کی مدد کے لیے نہیں آیا تھا۔وہ اکیلے تھے۔بے سہارا تھے۔بالکل.....بے سہارا.....

''مجھے نہیں پتا۔''وہ نسوانی آواز تھی۔وہ ان سب کو یہاں لے کر آئی تھی۔اسے اب دکھ ہو رہا تھا۔وہ سب اس کی وجہ سے اس مشکل میں پھنسے تھے۔وہ انہیں یہاں سے کیسے باہر نکالے گی؟اس سوال کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔وہ سب کو کیا جواب دے؟اس کے سارے الفاظ دم توڑ گئے تھے۔

بارش اب طوفان میں بدل چکی تھی۔تیز ہوا نے بھی اس میں اپنا حصہ ڈال لیا تھا۔تیز ہوا کے باعث بارش اب ترچھی ہو رہی تھی۔چند لمحوں بعد بجلی چمکتی اور ہر بار چمکنے سے منظر واضح ہو جاتا۔

''اگر تمہیں نہیں پتا تھا تو تم ہمیں یہاں لائی ہی کیوں تھی؟ہم تمہاری وجہ سے اس مشکل میں پھنسے ہیں۔''وہ ذرا غصے سے بولا۔آخر وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ان سب کو یہاں لانے والی وہی تھی۔

''تو میں خود بھی تو تمہارے ساتھ ہی ہوں۔میں بھی تو اس مصیبت میں پھنسی ہوں۔''وہ زچ ہو کر بولی۔وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک تھی۔وہ خود بھی تو ان کے ساتھ ہی تھی۔اس نے انہیں اکیلا تو نہیں چھوڑا تھا۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔'' وہ دوبارہ بولا۔اس کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔

''اب تم اسے قصوروار ٹھہرانا بند کردو۔وہ بھی تو ہمارے ساتھ ہی ہے۔'' ایک اور آواز آئی۔اس نے خوشی سے اسے دیکھا جو اندھیرے میں اسے ٹھیک سے نظر نہیں آرہی تھی۔اسے خوشی ہوئی تھی کہ کسی نے تو اس کی حمایت کی تھی۔

لڑکا اب خاموش ہو چکا تھا۔

''میں تم لوگوں سے معافی مانگتی ہوں۔میری وجہ سے تم پانچوں بھی اس مصیبت میں پھنسے ہو۔میں.....'' وہ رودی۔اس کے پاس آگے کہنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔وہ کیا کہہ سکتی تھی؟اس سب کی ذمہ دار تو وہی تھی مگر اسے کیا پتا تھا کہ یہاں وہ سب اس میں پھنس جائیں گے؟

اگر انسان کو اپنا مستقبل معلوم ہو جائے تو وہ ہر قدم بہت احتیاط سے اٹھائے۔وہ کوئی غلطی نہ کرے تاکہ کچھ غلط نہ ہو۔جیسے اس نے کردی تھی۔

''تم رومت.....ہم سب یہاں سے ایک ساتھ ہی نکلیں گے۔تم دیکھنا.....وہ سب ہمیں بچانے ضرور آئیں گے۔وہ کبھی ہمیں اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔وہ سب ہم سے بہت پیار کرتے ہیں۔خاص طور پر سسٹر.....'' اس بار کوئی دوسرا لڑکا بولا تھا پر ابھی اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا کہ کوئی بول اٹھا۔

''تم سب کو یقین کیوں نہیں آتا کہ ہمیں کوئی بچانے نہیں آئے گا۔وہ سب ہمیں جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں۔ہم لوگ یہاں سے کبھی باہر نہیں جاسکتے۔وہ سب ہمارا دل بہلاتے ہیں۔میں نے خود ان کی باتیں سنی ہیں۔میں تم لوگوں سے بھی یہی کہتا ہوں کہ ان پہ بھروسہ کرنا چھوڑ دو۔وہ سب جھوٹے ہیں۔'' رندھے لہجے والا لڑکا پھر سے بولا تھا۔انداز میں شکست تھی۔وہ ناامید تھا۔اسے لگ رہا تھا کہ یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔لیکن وہ اس بات سے انجان تھا کہ جہاں ایک دروازہ بند ہوتا ہے وہاں سے ہی سو دروازے کھلتے ہیں۔انسان کو بس ان دروازوں کو تلاش کرنا آنا چاہیئے۔

''ایسے ناامید مت ہو۔ہم سب یہاں سے واپس ضرور جائیں گے۔میں تم لوگوں سے وعدہ کرتی ہوں۔اگر میں تم لوگوں کو یہاں لے کر آئی ہوں تو میں ہی تم سب کو یہاں سے نکالوں گی۔'' اس نے کہا۔

بارش کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔گرجتے بادل.....بجلی.....ہوا.....تیز بارش.....ماحول کو ایک خوف بخش رہے تھے۔کوئی انسان اگر اس بارش میں باہر نکل آتا تو وہ شاید کبھی واپس نہ جاپاتا۔بارش اسے اپنے ساتھ ہی بہالے جاتی۔ایسے میں وہ ایک دوسرے کو حوصلہ دے رہے تھے۔ان میں سے ایک ناامید تھا اور اس کے ساتھ ایک طرف بیٹھی وہ دونوں لڑکیاں خاموش تھیں۔بالکل خاموش.....

''نہیں.....تم یہاں سے ہمیں نہیں نکال سکتی۔یہاں سے باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔تم نے دیکھا نہیں اندر آنے کی جگہ پہ درخت گر چکے ہیں۔کون انہیں یہاں سے اٹھائے گا؟تم.....؟تم اٹھاؤ گی؟یا ہم اٹھائیں گے؟(وہ استہزائیہ ہنسی ہنسا) کوئی نہیں اٹھا سکتا۔اور اس کا مطلب ہے کہ ہم یہاں سے باہر نہیں جاسکتے۔ہم یہاں مر جائیں گے اور کوئی ہمیں بچانے نہیں آئے گا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔سب اسے سن رہے تھے۔

''دیکھو.....میری بات سنو۔تم اپنے ذہن کو مثبت رکھو۔ہم یہاں سے ضرور نکلیں گے۔وہ سب.....ہمیں.....بچانے.....ضرور آئیں گے۔تم دیکھنا.....'' وہ کیا کہہ سکتی تھی۔وہ ایسے نہیں بیٹھ سکتی تھی۔اسے سب کو حوصلہ دینا تھا۔وہ تو یہاں ایک اچھے کام سے آئی تھی۔کسی کو ڈھونڈنے..... کسی کا دل ہلکا کرنے.....کسی کی مدد کرنے.....

''تم اور تمہاری باتیں.....'' وہ تلخی سے کہتا دوسری طرف رخ موڑ کر بیٹھ گیا۔باقی پانچوں نے اسے دکھ سے دیکھا۔اس بار کوئی نہ بولا۔ان کے پاس اسے مطمئن کرنے کے لیے کوئی جواب نہ تھا۔وہ جانتے تھے وہ ایسے ٹھیک نہیں ہوگا۔وہ چپ کر گئے۔بالکل چپ..... بادلوں کا برسنا ابھی باقی تھا۔

وہ سب قید میں تھے۔یہاں سے باہر جانے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔گھٹنوں پہ سر رکھے وہ یہاں سے نکلنے کی دعائیں کر رہے تھے۔ایک پورا دن ہو چکا تھا انہیں یہاں آئے ہوئے اور اب.....وہ اس مصیبت میں پھنس چکے تھے۔

بظاہر باہر جانے کا کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔وہ یہاں سے باہر نکلنا چاہتے تھے۔اس میں ابھی وقت باقی تھا۔شاید بہت کم وقت .....یا شاید بہت زیادہ.....

☆☆☆☆☆

ایک اور دن آج غروب ہونے کو تھا۔ہر طرف کالے بادلوں نے اپنا جال بچھا رکھا تھا۔فورکس (Forks) شہر کی پہاڑیوں سے آتی ہوا، گھنے اور اونچے سرسبز درختوں سے ٹکرا کر ماحول کی خنکی کو مزید بڑھا رہی تھی۔

ایسے میں طویل سڑک پر بھاگتے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز نے اس ماحول میں اپنا حصہ ڈالا۔یہ ایک ایسی سڑک تھی جس کے دونوں اطراف قد آدم درختوں کا راج تھا۔تیز ہوا کے درختوں سے ٹکرانے کے باعث پوری سڑک پر درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے زرد پتے بکھرے پڑے تھے۔

یہ دو سیاہ گھوڑے تھے، جو ایک سیاہ رنگ بگھی کو اس طویل سڑک پر دوڑاتے، اپنے قدموں تلے بے شمار پتوں کو ملیا میٹ کرتے، اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ درختوں کا ہجوم ختم ہوا تو سامنے ایک بڑی اور قدیم وقتوں کی بنی عمارت دکھائی دینے لگی۔یہ عمارت دیکھنے پر کسی پرانے چرچ جیسی لگتی تھی جس کی مرمت ہوئے شاید زمانے بیت گئے ہوں۔یہ چار دیواری کر کے کھڑی کی گئی ایک عمارت تھی۔عمارت کے عین وسط میں ایک اونچا مینار بنا تھا، جس کی چھت مخروطی تھی۔اس مینار پہ صلیب کا بڑا نشان بہت واضح نظر آتا تھا۔ اسکے دائیں بائیں باقی کونوں میں اسی کے مثل چار چھوٹے مینار کھڑے تھے۔کل ملا کے پانچ مینار.....اور ان کے سروں پر مخروطی چھتیں..... اس عمارت کی دیواروں میں بنی بڑی بڑی کھڑکیوں نے تو اسے اور خوف ناک بنانے میں چار چاند لگا رکھے تھے۔

کالے بادلوں کے باعث یہ چرچ بھی کالی اینٹوں سے بنا لگتا تھا۔یہ سارا منظر کسی بھوت بنگلے سے کم نہ تھا۔

جیسے ہی بگھی اس عمارت کے قریب آئی تو بگھی بان نے ایک زوردار جھٹکے سے لگام کو کھینچا۔گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے بگھی ایک دم

سے رکی۔بگھی بان فوراً بگھی سے اترا اور بگھی کا دروازہ کھولنے کو لپکا۔

بگھی کا دروزہ کھلا تو اندر سے ایک جوان لڑکی باہر آتی دیکھائی دی۔اس لڑکی نے پیروں تک آتا کالے اور لال رنگ کا فراک پہن رکھا تھا۔سفید رنگت، ذرا بڑی کالی آنکھیں، سر پر بلیک ہیٹ جس سے اس کے کالے بال سارے دکھائی نہ دیتے تھے، ہاتھوں میں کالے جالی دار دستانے، کندھوں پر منی کوٹ پہنے، وہ ایک خوش شکل لڑکی تھی۔اس نے ہاتھ میں چھتری پکڑ رکھی تھی۔اسے بارش کی امید تھی۔

بگھی بان دروازہ کھولنے کے بعد جلدی سے اس کا سامان اتارنے لگا کہ پانی کی ایک بوند اس کے ماتھے پر گری۔اس نے سر آٹھا کر آسمان کو دیکھا جہاں بہت سے سرمئی بادل جمع تھے۔

''لگتا ہے بارش ہونے والی ہے۔'' بگھی بان نے خود کلامی کی۔

دو.....تین.....چار.....اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا سارا چہرہ پانی سے بھیگ گیا۔زوردار بارش شروع ہو چکی تھی۔

''جلدی کریں۔'' وہ خود کو چھتری سے ڈھانپتے ہوئے بگھی بان سے مخاطب ہوئی اور تیز تیز چلتی اس عمارت کیدا خلی دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔برآمدے میں کھڑی ہونے کے باعث، بارش اب اس پر نہیں برس رہی تھی۔

اس نے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی تو دروازہ اپنی مخصوص چڑ چڑاہٹ کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔اندر نیم اندھیرا تھا۔سامنے ایک بڑا سا ہال ہی دیکھائی دیتا تھا۔وہ ابھی اندر نہیں گئی تھی۔بگھی بان سامان اٹھائے اس کے قریب آیا اور دھڑام سے سارا سامان اس کے پاؤں کے پاس ڈھیر کر دیا۔بارش نے سامان کو بھی بھگو دیا تھا۔

''لے بچہ، تمہارا سارا سامان اتار دیا۔اس میں کیا اینٹیں بھری ہیں؟'' وہ ناک سکوڑ کر بولا۔بیچارے بگھی بان کا ایک سانس آتا اور ایک جاتا تھا۔وہ تقریباً بھیگ چکا تھا۔

''میں معذرت چاہتی ہوں۔'' وہ شرمندہ لہجے میں کہتی اپنے پرس سے پیسے نکالنے لگی۔

''یہ لیں آپکی رقم۔'' اس نے پرس سے چند سکے نکالے اور بگھی بان کو تھما دیا۔بگھی بان نے اس سے سکے لیتے ہوئے ایک نظر اس خوفناک عمارت پہ ڈالی۔

''بیٹا کیا تم یہاں رہ لوگی؟'' بگھی بان کی طرف سے پہلا سوال.....اس کا غصہ اب غائب تھا۔

وہ بگھی بان کو دیکھنے لگی۔

''جی کیوں نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔''یہاں پر ایسا کیا ہے؟ کیا یہ وہی جگہ نہیں جہاں لانے کو میں نے آپ کو بولا تھا؟'' اب کی بار وہ ذرا پریشان ہوئی۔

''نہیں.....نہیں، بیٹا جگہ تو وہی ہے۔بس اس جگہ کی حالت دیکھ کر ذہن میں خیال آیا تو پوچھ لیا۔اچھا تو کیا کافی عرصے کے لئے آئی ہو؟'' دوسرا سوال.....

''اتنا سارا سامان ہے تمہارے ساتھ اور تم شادی شدہ بھی ہو کیا؟'' تیسرا سوال..... ''گھر والوں کو پتہ ہے کے تم یہاں.....'' وہ بگھی بان اپنا چوتھا سوال مکمل کرنے ہی لگا تھا کہ اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔

''دیکھیں بابا، میں نے آپ سے کہا تھا کے مجھے اورفن ایج (یتیم خانہ) جانا ہے۔ لیڈی مہر کے اورفن ایج اور میرے خیال سے یہ وہی ہے۔ اور رہی بات یہاں رہنے کی تو میں یہاں جاب کے سلسلے میں آئی ہوں۔ اور مجھے یہیں رہنا ہے۔ اور جہاں تک شادی یا میرے گھر کا سوال ہے تو وہ میرے ذاتی معاملات ہیں..... اور آپ کو اُن میں مداخلت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے.....'' وہ دھیمے، مگر بارعب لہجے میں بولی تو بگھی بان کی تیز چلتی زبان رکی۔ بارش تیز ہوتی جا رہی تھی اور وہ دونوں اس خوف ناک عمارت کے داخلی دروازے پہ کھڑے تھے۔

''اب شاید آپ کو آپ کے سارے سوالوں کے جواب مل گئے ہوں گے تو..... میرے خیال سے آپ کو اب اپنے گھوڑوں کی فکر کرنے چاہئے جو بارش میں مسلسل بھیگ کر آپ کو بددعائیں دے رہے ہیں۔'' لڑکی نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔ بگھی بان کا دھیان اک دم اپنے گھوڑوں کی طرف گیا تو وہ برق رفتاری سے ان کی طرف بھاگا۔ وہ اسیبھاگ کے بگھی کی طرف جاتے اور جلدی سے بگھی پر بیٹھتے دیکھتی رہی۔ بگھی بان نے بگھی پر بیٹھتے ہی رسیوں سے گھوڑوں کی پشت پر ایک زوردار چِت لگائی اور گھوڑے دوبارہ اسی سڑک کی طرف مڑ گئے۔

دروازے کی مخالف سمت میں ایک کنواں دکھائی دیتا تھا۔ اس لڑکی کا دھیان ابھی اس طرف نہ گیا۔ وہ اس بگھی بان کی باتوں کو سوچ رہی تھی۔

''میں تو تمہارے بھلے کے لئے ہی پوچھ رہا تھا بچہ..... ورنہ مجھے کیا شوق کہ اس خونی یتیم خانے میں ایک پل کو بھی ٹھہروں؟ ابھی بھی وقت ہے یہاں سے جان چھڑوالو۔'' بگھی بان جاتے جاتے اونچی آواز میں کہتا جا رہا تھا۔ بارش کا پانی گرنے کی آواز اور بگھی بان کا یہ کہنا..... اس لڑکی کے اندر کچھ ہوا تھا جو بیان سے باہر تھا۔

بگھی اب دور جاتی دیکھائی دے رہی تھی۔ اس کی نظریں دور تک اس بگھی کو دیکھتی رہیں، جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

''کیسا عجیب انسان تھا۔ پہلے تو سارے راستے کچھ بولا نہیں اور اب پتا نہیں کیا، کیا بول گیا۔ خونی اورفن ایج..... اس نے ایسا کیوں کہا؟ خیر.....'' اس نے سر جھٹک کر اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

اورفن ایج کے اندر نیم اندھیرا تھا۔

وہ اپنا سامان اٹھا کر چلتی چلتی ہال کے وسط میں آ پہنچی۔ ہال کے بالکل سامنے بڑے سے زینے اوپر کو جاتے ہوئے دائیں بائیں دونوں اطراف میں بکھر جاتے تھے۔

''کوئی ہے..... (کوئی ہے۔ کوئی ہے۔ کوئی ہے۔)'' اس کی آواز پورے ہال میں گونجی اور دیواروں سے ٹکراتا یہ جملہ کئی بار ادا

ہوا۔اپنی چھتری اس نے بند کر کے اپنے سامان کے ساتھ رکھ دی۔

''تم کون ہو.....؟''ایک بھاری نسوانی آواز سنائی دی۔وہ چونکی،اور اپنے اطراف میں نظر دوڑائی،مگر وہاں کوئی نہ تھا۔

''میں نے پوچھا کون ہو تم...؟''ایک بار پھر یہ جملہ دہرایا گیا۔

''میرا نام ما....(اس نے رک کر تصحیح کی)میرا نام میری بین سن(Merry Benson)ہے۔اور میں یہاں جاب کے سلسلے میں آئی ہوں۔میں نے آپ کا اشتہار دیکھا تھا تو میں.....''اسکی بات ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ وہی آواز دوبارہ اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

''کیا،کیا کر لیتی ہو تم؟''اس نے پھر سے اپنے اطراف کا جائزہ لیا۔بولنے والا دیکھائی نہ دیتا تھا۔

''میں نے پوچھا کہ کیا کیا کر لیتی ہو؟''اس بار آواز میں تلخی کا عنصر نمایاں تھا۔

''جی.....وہ.....میں.....''اس نے رُک رُک کے بولنا شروع کیا۔''میں کھانا پکانا جانتی ہوں،سلائی کڑھائی بھی کر لیتی ہوں،دو سال نرس بھی رہ چکی ہوں اس لئے مرہم پٹّی بھی کرنا جانتی ہوں اور صفائی ستھرائی،گھر کے باقی کام،سب آتا ہے مجھے۔پڑھی لکھی بھی ہوں۔''میری نے جیسے پورا مضمون سنانا شروع کر دیا تھا۔

''اچھا۔اچھا بس.....یعنی کہ تم یہ جاب اچھے سے سنبھال سکتی ہو۔''بھاری آواز ایک بار پھر سے سارے میں گونجی۔میری نے اس بار صرف 'جی' کہا۔

''گڈ.....اب میری بات دھیان سے سنو لڑکی۔تمہارا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ صبح اٹھتے ہی ناشتے کے بعد تم نے نیچے دریا سے پانی بھر کے لانا ہے۔سب کے اٹھنے سے پہلے..... روزانہ۔''آخری لفظ پہ زور دیا۔''اتنے میں سب بچوں کے اٹھنے کا ٹائم ہو جائے گا۔بچوں کی پہلی کلاس صبح آٹھ بجے شروع ہوگی۔میں نے کہا آٹھ بجے تو اس کا مطلب ہے آٹھ بجے۔جس میں تم بچوں کو پڑھنا لکھنا سیکھاؤ گی۔کلاس کے اختتام پر.....کھانے کا وقت اور ہاں تمہیں بتاتی چلوں کہ.....کھانا انجلین کے ذمہ ہے اور وہی کھانا تقسیم بھی کرے گی۔اور وہ بہتر جانتی ہے کے کس کو کھانے میں کیا،اور کتنا دینا ہے۔تم اس کے کسی معاملے میں نہیں بولو گی۔سنا.....اور ایک.....''وہ بول رہی تھی۔میری نے اس کی بات کاٹی۔

''مجھے پوچھنا تھا کہ.....''اس نے سوال کرنا چاہا مگر،اس بھاری آواز نے اسے ٹوکا۔

وہ چپ کر گئی۔

''میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔جب لیڈی مہر بول رہی ہو تو درمیان میں ہرگز کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے۔تم ابھی نئی ہو اسی لیے معاف کیا پر آئندہ سزا ملے گی۔سنا تم نے لڑکی.....؟''اب کی بار میری کو بھی غصہ آیا تھا مگر اس نے ضبط کر لیا۔اور اس بار بھی صرف بس''جی''کہہ کر جواب دیا۔

''دوپہر کے کھانے کے بعد سب بچے دوبارہ اپنے کمروں میں آرام کرنے کے لئے جائیں گے۔دھیان رہے اس دوران کوئی بھی بچہ مجھے کمرے سے باہر نہ دِکھے۔شام کو بچے اس کمرے میں جمع ہوں گے جو تمہارے دائیں طرف ہے(میری نے فوراً اپنے دائیں طرف

دیکھا۔وہاں ایک دروازہ تھا جو غالباً اسی کمرے کا تھا جس کے بارے میں وہ کہہ رہی تھی۔)اور تم انہیں اخلاقیات سیکھاؤ گی۔جس میں ٹھیک سے بیٹھنا، اچھے طریقے سے بات کرنا، تمیز اور خاص طور پر لڑنے جھگڑنے سے باز رہنے کی تربیت دو گی۔اور رات کے کھانے کے بعد دوبارہ بچے اپنے اپنے کمروں میں ہونے چاہئیں۔رات کو پورے اورفن ایج کا ایک چکر تمہیں لگانا ہوگا ہر صورت میں.....اور اگر تمہیں کچھ بھی اَن ہونا دکھے تو تم سب سے پہلے مجھے بتاؤ گی۔سمجھی.....؟'' بھاری بھرکم آواز چپ ہوگئی۔

''جی۔'' میری نے جواب دیا۔وہ اس آواز سے مرعوب ضرور ہوئی تھی۔

''ہاں ایک اور بات بلائی منزل کیدائیں ہاتھ پہلے کمرے میں جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔کسی بچے کو بھی نہیں.....غلطی سے بھی کبھی اس طرف کا رخ مت کرنا۔اگر کبھی تم مجھے وہاں دکھائی دی تو.....سوچ لینا وہ دن تمہارا اس اورفن ایج میں آخری دن ہوگا۔'' میری ابھی تک اس آواز کو تلاش کر رہی تھی۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ آواز چل رہی ہے۔کبھی دائیں سے آتی تو کبھی بائیں سے۔وہ مسلسل تلاش میں تھی یا شاید وہ متجسس تھی۔

''اور آخری بات.....اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھنا سیکھو لڑکی۔ہوا میں نظریں دوڑانے سے بہتر یہ ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم بات کس سے کر رہی ہو۔اور تمہارا مخاطب کار کہاں پر ہے۔'' اس سارے منظر میں اب پہلی بار اسے محسوس ہوا کے کوئی بالکل اس کے پیچھے کھڑا ہے۔

بادلوں کی زوردار گرج کے ساتھ بجلی چمکی اور سارے ماحول کو روشن کر گئی۔

وہ ایک دم گھبرا کر مڑی۔اس کے عین سامنے ایک اُدھیڑ عمر خاتون کھڑی تھی جو ایک بارعب شخصیت کی مالک تھی۔بڑھاپا بھی ان کی گردن کی اکڑ میں کمی نہ لا سکا تھا۔

''لیڈی مہر.....'' وہ ہلکے سے بڑبڑائی۔

''امید کرتی ہوں کہ تم میرے ہر حکم پر پورا عمل کرو گی۔'' لیڈی مہر نے اپنی سخت نظروں سے میری کو گھورتے ہوئے کہا۔

''جی۔میں آپ کی ہر امید پر پورا اتروں گیں۔'' وہ کسی رعب کے سائے میں تھی۔کوئی اس کے پیچھے سے گزرا پر وہ مڑ کر دیکھ نہیں سکتی تھی۔چند گھڑیوں میں تمام لالٹینیں جلائی جا چکی تھیں اور ماحول میں روشنی سی بکھر گئی تھی جس سے ان دونوں کو ایک دوسرے کی شکلیں مزید واضح نظر آنے لگیں۔سفید رنگت، چہرے پہ عمر کے باعث ہلکی ہلکی جھریاں تھیں، کانوں میں ایک چھوٹا سا آویزہ لٹک رہا تھا، جو صرف غور سے دیکھنے پہ نظر آتا تھا۔لیڈی مہر نے ہلکے پھیکے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔پھیکا رنگ.....

''بہت خوب، اب بہتر ہوگا کہ تم اپنا سامان لو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔(شکر ہے خیال آ گیا) کل سے تمہیں اپنے کام شروع کرنے ہوں گے۔انجلین رات کا کھانا تمہیں کمرے میں پہنچا دے گی۔تمہارا کمرہ اوپر بائیں طرف پہلے نمبر پر ہے۔اب جاؤ۔'' وہ جانے کو مڑی تو لیڈی مہر نے اسے پھر سے پکارا۔جیسے کچھ یاد آیا ہو یا کوئی اور نصیحت کرنی ہو۔''اور اتنے بھڑکیلے رنگ مجھے پسند نہیں ہیں۔تو کوشش کرنا کہ آئندہ ان کپڑوں میں میرے سامنے مت آؤ۔ورنہ تمہاری تنخواہ کٹے گی سنا تم نے لڑکی۔اب جاؤ.....اور آرام کرو۔'' لیڈی

مہر اپنی ساری نصیحتیں سنا کر وہاں سے چل دیں۔

میری نے سکون کی سانس لیا اور دل پر ہاتھ رکھ کر منہ میں کچھ پڑھا۔

''کتنا بولتی ہیں یہ۔'' ساری فکریں دماغ سے جھٹک کر صرف اب ایک یہی فکر میری کو کھائے جا رہی تھی کہ سامان اوپر کمرے تک کیسے جائے گا۔

میری ایک نظر سامان پر ڈالتی اور ایک نظر سامنے آئفل ٹاور جتنے لمبے زینوں پر۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ یہاں کوئی بگھی بان نہیں تھا جو اس کا سامان اٹھاتا اور وہ آرام سے اپنے کمرے تک چلی جاتی۔ اسے یہ سب خود کرنا تھا۔

زینے کے ساتھ اسے ایک ہیولہ سا دکھائی دیا پر وہ نظر انداز کرتی اپنا سامان اٹھائے اوپر چلتی گئی۔ وہ ہیولہ باہر نکلا اور بھاگتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ میری نے بھاگنے کی آواز پر مڑ کر دیکھا۔ اسے بس لالٹین کی روشنی میں اس کے بال ہی نظر آئے تھے۔

☆☆☆☆☆

کمرے کا دروازہ بھی پرانا تھا۔ اس نے ہینڈل کو گھمایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ دائیں طرف دیوار کے ساتھ بیڈ رکھا تھا۔ بیڈ کے ایک طرف سائڈ ٹیبل پڑا تھا۔ سائڈ ٹیبل کے ساتھ ایک بڑی سی کھڑکی تھی جس کی ایک طرف پردہ اکٹھا ہوا تھا۔ دروازے کے عین سامنے غسل خانہ تھا اور اسی دیوار میں لکڑی کی الماری بنی تھی۔ رات کے اندھیرے میں کھڑکی سے باہر فورکس کی پہاڑیاں دیکھائی دیتی تھیں۔ ایسی پہاڑیاں جن پر بے شمار درخت لگے تھے۔

کمرے کے عین وسط میں ایک قالین بچھا تھا۔ جس پر مختلف رنگوں کے پھول بہت صفائی سے بنے گئے تھے۔ کمرے کی دیواروں کو بھی مرمت کی اشد ضرورت تھی۔ کھڑکی کی مخالف دیوار میں بڑا سا آئینہ جڑا تھا جس میں وہ اپنا عکس صاف دیکھ سکتی تھی۔

''تو یہ ہے میرا کمرہ!'' میری نے سر سے ہیٹ اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ بالوں میں سے ہیئر پن نکال کر بالوں کو جوڑے کی قید سے آزاد کیا اور خود کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ سامان بھی وہ اندر لے آئی تھی۔

اس نے کھڑکی کھولی اور سرما کی ٹھنڈی ہوا اس کے بال پیچھے کو اڑا لے گئی۔ تازی ہوا کا جھونکا اُسے اپنے اندر تک محسوس ہوا، جو بہت سے غموں کو تازہ کر گیا۔

بارش اب تھم چکی تھی اور کالی رات نے سارے آسمان پر بسیرا کر لیا تھا۔ یتیم خانے میں شمع جلا دی گئی تھیں۔ جس کی وجہ سے یہ سارا خوفناک قلعہ روشن ہو گیا تھا۔

میری نے کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگا لی اور آنکھیں موند لیں۔ آنکھیں بند کرنے سے قبل وہ سامنے پہاڑوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے دماغ کے پردے پر جیسے کوئی فلم چلنے لگی۔

ایک پہاڑی کا منظر..... تتلی سے کھیلتی ایک بچی..... اس کی میٹھی سی مسکراہٹ..... وہ ڈھلتی شام..... سب کچھ کتنا سکون دہ تھا، پر..... ایک دم سے اندھیرہ چھانے لگا..... تتلی کسی پھول کی طرح سوکھ کر زمین پر آ گری..... وہ میٹھی سی ہنسی اب کسی بھیانک چیخ میں

بدل گئی تھی.....

میری نے فوراً سے آنکھیں کھول لیں۔اسے وہ منظر یاد نہیں کرنا تھا۔ایک لمحے کے لئے بھی نہیں۔

''اے میرے خدا میری مدد فرما۔مجھے سکون عطا فرما۔''اس نے کرب محسوس کیا۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔اس نے ذہن سے ہر چیز جھٹکتے ہوئے' آجاؤ' کہا۔ دروازے کا ہینڈل گھوما تو گورے رنگ کی بھورے بالوں والی لڑکی، جس کے گال کسی ٹماٹر کی طرح لال تھے، ہلکی بھوری آنکھیں اور بھارے جسم کی مالکن، فراک پر ایپرن باندھے، سر پر سفید رنگ کی ٹوپی پہنے، وہ کمرے میں داخل ہوئی۔اس نے ہلکے، پھیکے گلابی رنگ کا فراک پہن رکھا تھا۔شاید یہاں سب کو ہی پھیکے رنگ پسند تھے۔وہ ایک پیدائشی انگریزنی تھی۔اس کی جسامت سے وہ اپنی عمر سے ذرا بڑی لگتی تھی۔اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں کچھ کھانے کی چیزیں رکھیں تھی۔وہ میری کے قریب چلتی آئی اور سر کو ہلکا سا خم دیا۔

''خوش آمدید، میری بین سَن ..... یہ رہا تمہارا کھانا۔''وہ ٹرے اٹھائے اس تک آئی۔میری نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ ہلکے اور پھیکے رنگ کے جوڑے میں بھی وہ خوب صورت لگ رہی تھی۔

''اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو..... مجھے مت کہنا کیونکہ یہاں سب لوگ اپنا کام خود کرتے ہیں۔تمہیں اس سب کی عادت ڈال لینی چاہئے۔''آخر میں وہ ہنس دی۔انداز میں شرارت تھی۔''اچھا میں بس مذاق کر رہی تھی۔کوئی بھی چیز چاہئے ہو تو مجھے بتا دینا۔''اس نے وضاحت کی۔میری خاموش رہی۔

''او کے میں چلتی ہوں۔کھانے کے برتن یاد سے کچن میں رکھ دینا ورنہ لیڈی مہر کے غصے کے لیے تیار رہو۔''میری کو خاموش کھڑا دیکھ کر وہ لڑکی جانے کو مڑی تو میری نے اپنی خاموشی توڑی۔

''سنو.....تم کون ہو؟ تمہارا نام کیا ہے؟''میری نے نارمل انداز میں کہا تو وہ لڑکی واپس مڑی اور میری کو ایک عجیب مسکراہٹ سے دیکھا۔اس مسکراہٹ میں کچھ تھا جو میری کو سمجھ نہیں آیا۔

''لیڈی مہر نے تمہیں میرے بارے میں بتایا تھا۔میرا نام انجلین ہے۔میں اس اور فن بیج کی باورچن ہوں۔مجھ سے کہا گیا تھا کہ کھانا تمہارے کمرے میں پہنچا دیا جائے تو میں لے آئی۔مجھے معلوم نہیں کہ تم رات کے کھانے میں کیا کھاتی ہو، اسی لئے میں اپنی پسند سے کھانا لے آئی۔میں بہت اچھا کھانا بناتی ہوں۔تمہیں پسند آئے گا۔''وہ تیز تیز ایک سانس میں ہی سب بول گئی۔وہ عام طور پر ہر بات ہی ہنستی تھی۔یہ اس کی عادت تھی۔لیڈی مہر کو بھی انجلین سے کوئی شکایت نہیں ہوتی تھی۔کبھی کبھی ہو بھی جاتی تھی۔

اس کی بات پہ میری کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔اس کو انجلین کا انداز بہت پیارا اور لطف اندوز لگا تھا۔

''تم تو بہت تیز بولتی ہو۔''میری نے مسکرا کر کہا تو انجلین پھر سے ہلکا سا ہنس دی۔''ادھر آؤ یہاں بیٹھو۔''اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔انجلین نے ٹرے بیڈ پہ ہی آگے کر کے رکھ دیا۔میری اور انجلین آمنے سامنے بیڈ پر بیٹھی تھیں۔

''تو تمہارا نام انجلین ہے۔بہت پیارا نام ہے بالکل تمہاری طرح۔''میری نے اس کی تعریف کی۔اپنی تعریف سن کر انجلین کے سرخ

رخساروں مزید کھل اٹھے۔وہ پھر سے ہنس دی۔

''شکریہ۔ویسے میں یہاں بچوں کی آیا بھی ہوں۔ان کی دیکھ بھال میں ہی کرتی ہوں۔''انجلین نے اپنے بارے میں بتایا۔

''میں بھی یہاں تمہاری طرح ایک آیا کی حیثیت سے آئی ہوں۔''میری نے اسے کہا۔وہ اسے دیکھ رہی تھی۔اسے انجلین میں اپنائیت دکھائی دی تھی۔

''آیا..... یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟''انجلین نے اسے ٹوکا۔''تم یہاں ایک ٹیچر کی حیثیت سے آئی ہوں۔جو بچوں کو پڑھائے گی۔ اچھی اچھی باتیں اور اچھے اخلاق سیکھائے گی۔میں شروع سے ایک ٹیچر بننا چاہتی تھی، پر زندگی نے کبھی موقع ہی نہیں دیا۔میری گرینی (دادی) کہا کرتی تھیں کہ انسان جو بھی اچھے کام کرتا ہے یا جس بھی مقام پر پہنچتا ہے اس کے پیچھے ایک اچھے ٹیچر کی ان تھک محنت ہوتی ہے۔میں بھی چاہتی تھی کہ میں بھی کسی اچھے ادارے میں پڑھاؤں اور لوگوں کی اچھی تربیت کروں پر زندگی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔غریب خاندان سے تعلق رکھنے کے باعث میرے والدین مجھے تعلیم نہیں دلوا سکے۔اسی وجہ سے میں تو خود انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں پڑھ سکتی اور خواب دیکھتی ہوں کہ اچھی ٹیچر بنوں۔''انجلین نے خود پر ہی طنز کیا۔اس بار وہ نہ ہنسی۔میری ایک ٹک اسے دیکھتی رہی۔

''دیکھو انجلین، ہمیں کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔تم ابھی بھی تعلیم حاصل کر سکتی ہو اور بہت اچھی ٹیچر بھی بن سکتی ہو۔میں پڑھاؤں گی تمہیں اور ویسے بھی تعلیم کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی۔''میری نے اس کے ہاتھ تھام لئے۔

بس چند فقرے ہی تو کہے تھے میری نے کہ اتنے میں ہی انجلین کی آنکھیں بھر آئیں۔

''تم بہت اچھی ہو۔تمہارا شکریہ۔''آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلے تھے۔میری نے اس کے آنسو صاف کیے۔

''تم بھی۔اچھا اب چپ کر جاؤ۔شکر ہے کہ تم ذرا ہنس مکھ ہو ورنہ مجھے لگا یہاں سب ہی بہت غصے میں رہتے ہیں۔جسٹ لائیک لیڈی مہر (بالکل لیڈی مہر کی طرح)۔''اس نے اپنی دائیں آنکھ کو شرارت سے دبایا۔انجلین اس کے اس انداز پر ہلکا سا ہنس دی۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔کچھ باتیں انسان کے بس سے باہر ہوتی ہیں۔میں بھی ناں.....تم تھکی ہو گی اور میں تمہیں اپنی سیڈ سٹوری سنانے بیٹھ گئی۔ویسے یہاں صرف میں، لیڈی مہر اور پانچ بچے ہی رہتے ہیں۔اچھا تم اب آرام کرو مجھے ابھی بہت سے کام ہیں۔صبح ملاقات ہو گی۔میں چلتی ہوں۔''انجلین اپنی بات سمیٹتے ہوئے جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر کی جانب چل دی۔ایک دم سے وہی انجلین واپس آ گئی تھی۔

باہر جاتے وقت انجلین نے مسکراتے ہوئے میری کو 'گڈ نائٹ' کہا اور دروازہ بند کرتی باہر نکل گئی۔

میری وہیں بیڈ پر بیٹھے اسے جاتا دیکھتی رہی۔چہرے پر مسکراہٹ مسلسل برقرار تھی۔

انجلین جیسے ہی کمرے سے گئی۔میری کی مسکراہٹ دھیمی پڑھ گئی اور چہرے پر دوبارہ اداسی چھا گئی۔

اس کی نظریں دروازے پر جمی تھیں جہاں سے ابھی انجلین باہر گئی تھی۔

باہر کھڑکی سے ایک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا اور سارے ماحول کو سرد کر گیا۔میری بیڈ سے اٹھی۔کھڑکی تک جا کے کھڑکی بند کی اور

پھر بیڈ پر آ بیٹھی۔اس سارے وقت میں اب پہلی بار اسکی نظر بیڈ پہ رکھے کھانے کی ٹرے پر پڑی۔جس میں ایک پلیٹ میں مِفن تھا اور دوسری پلیٹ میں مختلف پھل تھے۔

ہرے انگور.....سرخ سیب.....چلو شکر کہ لیڈی مہر نے ان سیبوں اور انگوروں کے رنگوں کو قبول کر لیا تھا۔

اس نے سوچا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ سو گئی

☆☆☆☆☆

فورکس، امریکی ریاست واشنگٹن کا ایک علاقہ ہے جس نے وقت کے ساتھ ساتھ شہر کی حیثیت پا لی ہے۔واشنگٹن کی ریاست کا یہ علاقہ دنیا کے ایسے علاقوں میں شامل ہے جہاں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔یہ علاقہ ایسے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے جن پہ بے شمار ہرے بھرے درخت لگے ہیں جو اس جگہ ٹھنڈ کو بڑھانے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔یہاں سال کے تقریباً دو سو بارہ دن بارش ہوتی ہے۔گو کہ سال کا کچھ حصہ گرم بھی ہوتا ہے مگر یہاں بہت زیادہ گرمی نہیں ہوتی۔یہاں زیادہ آبادی نہیں ہے۔فورکس بہت پرسکون علاقہ ہے۔

یہاں کی آب و ہوا سمندری ہے۔اس کی وجہ پاس میں بہنے والا دریا ہے۔

یہ پرانا اورفن ایج بھی ایسے ہی ایک پہاڑ پہ تھا۔پہلے یہ ایک چرچ تھا۔یہ چرچ کئی سال پہلے بنایا گیا تھا۔ ۲۹۱۰ئمیں یہ اورفن ایج بنا۔لوگ اپنی اولادوں کو غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں چھوڑ جاتے تھے۔دوسری طرف امیر اور بے اولاد لوگ اپنی اولاد کی کمی پوری کرنے کے لیے یہاں سے بچے گود لیتے تھے۔کچھ بے سہارا بچوں کو گھر مل جاتا اور کچھ اولاد کو ترستے لوگوں کو اولاد۔پھر یہ عمارت چرچ کی بجائے، اورفن ایج (یتیم خانہ) کہلانے لگی۔ابتدائی طور پہ یہ ایک خوبصورت عمارت تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عمارت پرانی ہوتی گئی۔وقت ایسے ہی گزرتا گیا اور چند سالوں بعد ایک وقت ایسا آیا جب اس یتیم خانے کے بارے میں بہت سی افواہیں گردش کرنے لگیں۔امیر اور بے اولاد لوگوں نے بچہ گود لینے کے لیے جب جب اس اورفن ایج کا رخ کیا تو انہیں عجیب باتوں کا سامنہ کرنا پڑا۔لوگوں نے یہاں آنا چھوڑ دیا اور وہاں موجود باقی بچوں کو کوئی گود لینے نہیں آیا۔جب سے لیڈی مہر یہاں کی انچارج بنی تھیں اس کے چند سالوں بعد سے ہی یہ افواہیں پھیلنے لگی تھیں۔بعض لوگوں نے تو اسے ایک ''خونی اورفن ایج'' کہنا شروع کر دیا۔اس کی وجہ یہاں قریب میں ہونے والی اموات تھیں، جس سے دوسرے لوگوں کے دلوں میں ایک خوف سا بیٹھ گیا تھا۔اسی خوف کی وجہ سے اب لوگ یہاں بچے اڈاپٹ کرنے نہیں آتے تھے۔

بڑی عمارت میں صبح ہوئی تو وہاں کے مکین جاگ گئے۔سب اپنے اپنے ذمہ، سونپے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

سب بچے ہال میں جمع تھے۔وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے اور انجلین انہیں چپ کروا رہی تھی۔ناشتہ وہ سب پہلے ہی کر چکے تھے۔لیڈی مہر صبح کا ناشتہ اپنے کمرے میں ہی کرتی تھیں۔انجلین ان کے اٹھتے ہی ان کے کمرے میں ناشتہ دے آتی تھی۔وہ ناشتے سے

فارغ ہوکر ہی کمرے سے باہر آتی تھیں۔ابھی وہ باہر نہیں آئی تھیں،اسی لیے بچے شور کر رہے تھے۔دفعتاً دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو سب نے بیک وقت اس طرف دیکھا۔لیڈی مہر آج بھی ہلکے گندمی رنگ کے فراک میں ملبوس، پیٹ پہ ہم رنگ بیلٹ لگائے،کلائیوں پہ کپڑا اکٹھا ہوا تھا،کالے اور سفید بالوں کا جوڑا بنائے اپنے ازلی سنجیدہ انداز میں کمرے سے باہر نکلیں تو بڑے سے ہال میں جیسے سانپ سونگھ گیا ہو۔قطار میں کھڑے سب بچے چپ کر گئے۔انجلین بھی ان کے ساتھ مود؟ ب سی کھڑی تھی۔

''صبح بخیر لیڈی مہر۔''تمام بچوں نے بلند آواز میں کہا۔یہ بچوں کا روزانہ کا معمول تھا۔

''شکریہ۔''سنجیدگی سے جواب دیا۔یہ لیڈی مہر کا روزانہ کا معمول تھا۔

''تم سب نے ناشتہ کر لیا ہوگا۔اب جاؤ،کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔آج تم لوگوں کی پہلی کلاس ہے۔''لیڈی مہر نے اپنے فراک کو ذرا سا اوپر اٹھایا اور باہر لان کی طرف چلی گئیں۔ذہن میں کچھ تھا پر بیان نہ کیا۔

بچے اپنی کلاس لینے چلے گئے۔

کلاس میں بھی بچوں نے شور مچایا ہوا تھا۔آج ان کی پہلی کلاس تھی۔اس سے پہلے وہ بس یہاں رہتے تھے۔کوئی ادبی کام نہیں ہوتا تھا۔اسی لیے تو لیڈی مہر نے اخبار میں اشتہار دیا تھا کہ انہیں ایک پڑھی لکھی لڑکی کی ضرورت ہے اور میری بین سن نے یہ اشتہار دیکھتے ہی یہاں آنے کا فیصلہ کر لیا پر.....وہ تھی کہاں؟

بالائی منزل کے کمرے کا دروازہ ہنوز بند تھا۔کسی قسم کی آہٹ کا احساس نہیں ہوتا تھا جیسے کوئی اندر ہے ہی نہیں۔

اندر کمرے میں بیڈ پہ ایک وجود نیم بے ہوش پڑا تھا۔ہر چیز کی فکر سے بے نیاز وہ نرم گرم بستر پر بہت مزے سے سو رہی تھی۔سوتے سوتے اس نے کروٹ لی،تیز ٹھنڈی ہوا سے پردہ ذرا سا کھسکا اور سورج کی روشنی سیدھا اس کی آنکھوں پہ پڑی۔اس نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور اسی لمحے اس پہ انکشاف ہوا کہ اب وہ پرانی والی میری بین سن نہیں ہے۔اب اس پہ ذمہ داریاں عائد ہو چکی ہیں۔

وہ گھبرا کے اٹھی اور وقت دیکھا۔

''اف.....نو بج گئے ہیں۔''وہ حیران پریشان سی بولی۔کمبل ہٹا کر پیچھے کیا،بالوں کو جوڑے میں کسا اور جوتا پہنتی فوراً غسل خانے میں گئی۔پانچ منٹ میں منہ ہاتھ دھو کہ وہ نیچے آئی۔اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا۔روشن ہال میں کوئی نہیں تھا سوائے خاموشی کے.....

وہ زینے اترتی نیچے آئی اور اسے ایک طرف سے شور سنائی دے رہا تھا۔اس نے اپنے قدم اس جانب بڑھا دیے۔وہ دروازہ کھولنے لگی کہ اس کے کندھے پہ کسی نے ہاتھ رکھا۔وہ گھبرا کر مڑی اور سانس بحال کی۔

''اتنی لیٹ۔''وہ انجلین تھی۔

میری نے پریشانی سے اسے دیکھا۔وہ جانتی تھی کہ اس سے بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے۔

''وہ.....اب؟''میری کے الفاظ دم توڑ گئے۔

''پانی بھر لائیں تم؟'' انجلین نے سوال کیا۔اس نے نفی میں سر ہلایا تو انجلین نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔اس کا انداز بتا رہا تھا اسے کسی بری خبر کی وعید دے رہا تھا۔

''اب تو کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔میں اب کہاں جاؤں؟'' میری نے کسی امید کے ساتھ اسے دیکھا کہ انجلین اسے لیڈی مہر کے غصے سے بچا لے گی پر.....لیڈی مہر غلطی کرنے والے کو سزا نہ دیں.....ایسا شاید ناممکن تھا۔

''تم ایسا کرو ابھی تم پانی بھر لاؤ لیکن.....'' وہ رکی تو میری کو لگا کہ اب کوئی راستہ نہیں ہے۔''لیڈی مہر تو باہر بیٹھی ہیں۔تم باہر جاؤ گی تو وہ دیکھ لیں گیں۔کوئی اور راستہ بھی نہیں ہے۔'' وہ پھر رکی۔''اچھا ابھی تم کلاس لے لو۔پانی میں بھر لاؤں گی۔جاؤ جلدی۔پر کل سے خیال رکھنا۔'' انجلین نے اسے کہا تو میری کو جیسے حوصلہ ہوا۔

''تمہارا شکریہ، انجلین۔'' میری شکریہ ادا کرتی دروازہ دھکیلتی اندر چلی گئی۔سب بچے وہاں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔قدموں کی آواز پہ وہ چپ ہو گئے۔میری چلتی چلتی بچوں کے پاس سے گزرتی ان کے سامنے چبوترے پہ آ کھڑی ہوئی۔چبوترا زمین سے دو اینٹیں اونچا تھا۔

وہ با آسانی ہر بچے کو دیکھ سکتی تھی۔بچے کم ہی تھے۔

''گڈ مارننگ، کیسے ہو سب؟'' میری نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔کسی بچے نے جواب نہیں دیا۔وہ سب چپ چاپ اسے دیکھ رہے تھے۔بچوں کے لیے وہ ایک نیا چہرہ تھا۔باہر کی نسبت وہ یہاں ذرا ٹھیک لگ رہی تھی۔

''میرا نام.....میری بین سن ہے۔میں آپ سب کی نئی ٹیچر ہوں۔میں آپ کو پڑھنا لکھنا سکھاؤں گی۔سوری میں آج لیٹ ہو گئی پر کل سے میں وقت پہ آؤں گی۔'' اس نے کہا۔بچے ابھی تک خاموش رہے۔میری نے گہری سانس لی۔

''میں نے آپ سب کو اپنا نام بتا دیا ہے۔اب آپ سب بھی باری باری مجھے اپنا نام بتائیں۔'' اس نے پھر سے کہا۔اس بار بھی کوئی نہ بولا۔اسے پریشانی ہوئی۔اسے خود ہی کچھ کرنا تھا۔

اس نے سوچا۔

''او کے.....تو، یہاں سے شروع کرتے ہیں۔'' اس نے اپنے سامنے بائیں طرف بیٹھی پہلی بچی کی طرف اشارہ کیا۔وہ بنا تاثر بیٹھی رہی۔میری نے مسکرا کر اسے اٹھنے کا کہا۔

''میرا نام نینسی (Nancy) ہے۔'' اس بچی نے اپنی انگریزی لب و لہجے اور اپنی نرم آواز میں اپنا تعارف کروایا۔اس کے علاوہ اس بچی کے پاس الفاظ ہی نہ تھے۔وہ خاموشی سے میری کو دیکھنے لگی۔نینسی کا رنگ سفید تھا، آنکھوں کا رنگ کالا تھا، آٹھ نو سال کے بچے جتنا مناسب قد، دبلی پتلی اور اس کے لمبے بال کالے تھے۔اس نے ہلکے رنگ کا فراک پہن رکھا تھا۔میری کو لگا اس نے اس بچی کے بال پہلے دیکھ رکھے ہیں۔شاید کل، جب وہ زینوں پہ کھڑی تھی اور اسے بھاگنے کی آواز آئی تھی۔

''نائس نیم۔بیٹھ جاؤ۔'' میری نے تبصرہ کیا۔میری نے امید بھری نظریں اور مسکراہٹ دوسرے بچوں پہ اچھالی تو ایک بچہ اپنی جگہ

سے اٹھا اور بولا۔

''میرا نام جارج Jorge)) ہے۔ سسٹر انجلین کہتی ہیں تمہارا نام بہت پیارا ہے۔'' وہ اب مسکرا رہا تھا۔ میری بھی مسکرا دی۔ جارج کی کالی آنکھوں میں معصومیت صاف دکھائی دیتی تھی۔ اس کے بال بہت چھوٹے تھے کہ اگر ان پہ ہاتھ رکھا جائے تو ہاتھ کے اوپری حصے پہ کوئی بال نہ آ سکے۔ نینسی کے مقابلے میں اس کا قد بڑا تھا۔ اس نے ہلکے رنگ کی شرٹ اور گھٹنوں تک آتی پتلون پہن رکھی تھی۔

''میرا نام ایزابیل (Isabell) ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ آپ کو لیڈی مہر سے ڈانٹ پڑنے والی ہے۔ انہیں اتنے ڈارک رنگ پسند نہیں ہیں۔'' گندمی رنگت پہ گندمی رنگ کا فراک پہنے، گہرے بھورے بالوں اور ہم رنگ آنکھوں والی ایزابیل نے انتہائی معصومیت سے میری کے لال اور کالے رنگ کے کپڑوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ایک بچے کے علاوہ، سب بچے ہنس دیے، پر میری کی مسکراہٹ سمٹی اور اس نے اپنے کپڑوں کو دیکھا۔ جلدی جلدی میں وہ اپنا لباس بدل ہی نہ سکی۔ لال رنگ قدرے بھڑکیلا تھا۔ اس نے افسوس سے خود کو دیکھا۔

''میں..... بدل لوں گی۔'' اس نے کہا اور دوسری بچی کو دیکھا۔ وہ میری کا سوال جانتی تھی۔

''میرا نام ایلس (Allis) ہے۔'' اس نے اپنا نام بتایا۔ ایلس بھی ہلکے رنگ کے فراک میں ملبوس تھی، اس کی آنکھوں کا رنگ نینسی کی آنکھوں سے میل کھاتا تھا۔ کالے بالوں کو پن لگا کر سمیٹے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ میری کے چہرے پہ دوبارہ سے مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ کھڑکی سے آتی سورج کی کرنوں نے سارے کمرے میں روشنی کر رکھی تھی۔

''اور آپ کا نام کیا ہے؟'' آخری کرسی پہ ایک بچہ بیٹھا تھا۔ وہ ابھی تک خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جب میری کمرے میں داخل ہوئی تھی تب اس نے غیر ارادی طور پہ یہ محسوس کیا تھا کہ ایک بچہ خاموش بیٹھا ہے۔

''یہ کم بولتا ہے، سسٹر میری.....'' نینسی نے اسے بتایا۔ میری نے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس بچے کے پاس آئی اور پنجوں کے بل زمین پہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ بچے نے سر نیچے کر لیا۔

''اگر آپ مجھے اپنا نام نہیں بتائیں گے تو ہم دوستی کیسے کریں گے؟'' میری نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔ وہ بچہ رونے لگ گیا اور سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک کے دوسری طرف چلا گیا۔

''مجھے کسی کو دوست نہیں بنانا۔ تم سب برے ہو۔ سب برے.....'' وہ رونے لگا۔ میری سمیت سب بچوں نے اسے دیکھا۔ وہ سخت ناراض لگتا تھا۔ اس سارے ماحول سے ناراض..... اس جگہ سے ناراض..... اس زندگی سے بھی ناراض.....

''اس کا نام وِل (Will) ہے۔ یہ ایسے ہی کرتا ہے۔'' ایزابیل نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ وِل کالے رنگ کی پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا۔ اس کی جلد ان سب سے زیادہ سفید تھی۔ دودھ کی طرح سفید..... اور اس کے بالوں کا رنگ بھی سفید تھا۔ اس سفید رنگت پہ کالا رنگ بہت جچ رہا تھا۔ اس پہ مزید خوبصورتی کا یہ عالم تھا کہ اس کی اداس آنکھوں کا رنگ نیلا تھا۔ میری کو وہ باقی سب سے زیادہ خوبصورت لگا تھا۔ وہ بلاشبہ خوبصورت بچہ تھا۔ ایزابیل کی بات سن کر میری اس تک جانے لگی پر اسے وہی آواز پھر سے سنائی دی۔ وہی رعب دار آواز.....

''میری.....میری..... باہر آؤ، جلدی۔'' بڑے سے ہال میں لیڈی مہر اونچی اور گرج دار آواز میں اس کا نام پکار رہی تھیں۔ وہ گھبرا کر باہر آئی۔ وِل کے علاوہ سب بچے بھی دروازے کی اوٹ سے یہ منظر صاف دیکھ رہے تھے۔

''تمہیں میں نے کل ہی تمہاری ذمہ داریاں بتا دیں تھیں پھر آج انجلین تمہاری جگہ پانی بھرنے کیوں جا رہی تھی؟'' لیڈی مہر نے سرخ انگارہ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ میری کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

''تمہارے پاس کوئی وضاحت ہے؟'' انہوں نے میری کو صفائی کا ایک موقع دیا۔ وہ چپ چاپ سی کھڑی تھی۔ کبھی وہ لیڈی مہر کو دیکھتی اور کبھی ان کے ساتھ کھڑی انجلین کو۔ اس ہنستی مسکراتی لڑکی کی آنکھوں میں پانی تھا جو میری واضح دیکھ سکتی تھی۔

''لیڈی مہر..... مجھے آج اٹھنے میں دیر ہوگئی۔ مجھے ابھی جلدی اٹھنے کی عادت.....''

''یہ میرا مسئلہ نہیں ہے لڑکی۔ میں آج تمہیں ایک موقع اور دیتی ہوں۔ آج کے بعد غلطی کی گنجائش نہیں ہوگی۔'' لیڈی مہر نے اس کی بات کاٹ کر اپنی بات کہی۔

''جی، کل سے میں.....'' میری نے پھر کہنا شروع کیا۔

''یہ تم نے پھر وہی کپڑے پہنے ہیں۔'' لیڈی مہر کی نظر اچانک اس کے لباس پہ پڑی۔ وہی لال رنگ.....بھڑکیلا رنگ.....

''آج میں دیر سے اٹھی تو جلدی.....'' میری نے وضاحت دینا چاہی مگر لیڈی مہر نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''آج تم سارے اورفن ایج کی صفائی اکیلی کرو گی۔ کوئی تمہاری مدد نہیں کرے گا، سنا تم نے؟'' لیڈی مہر شدید غصے میں تھیں۔ میری نے گردن جھکا دی۔ اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔

ایک سخت نظر اس پر ڈال کر لیڈی مہر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میری نے سر اٹھا کر انجلین کو دیکھا۔ اس نے آہستہ سے نفی میں سر ہلایا۔ میری اس کے پاس گئی اور اس سے معذرت کی۔

''مجھے معاف کر دو، انجلین۔ ساری غلطی میری ہے۔'' میری نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا۔

''بھول جاؤ اب۔ جو ہو گیا ہے اس پر اب پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں کچن میں جا رہی ہوں۔ دوپہر کا کھانا بھی بنانا ہے۔'' وہ اداسی سے مسکراتی ہوئی پلٹ گئی۔ ہال میں ایک دم پھر سے سناٹا چھا گیا۔ میری نے ایک نظر کلاس کے دروازے کو دیکھا جہاں وہ چار بچے خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ وِل وہاں نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں ایزابیل سے ملیں۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ میری نے رخ موڑا اور آگے چلی گئی۔ پہلی کلاس شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہوگئی تھی۔ اب اسے اس اورفن ایج کو اکیلے صاف کرنا تھا۔

وہ کچن میں گئی اور انجلین سے صفائی کا سامان مانگا۔ انجلین نے اسے سامان دے دیا اور ساتھ ساتھ کچھ ہدایات بھی۔

وہ ہال میں آئی اور سوچ میں پڑ گئی کہ کہاں سے شروع کرے؟ بلاشبہ ہال کافی بڑا تھا۔ جو بھی تھا، اسے یہ کرنا تھا۔

☆☆☆☆☆

صفائی کرتے کرتے شام ہوگئی۔ اس نے اکیلے ہی سارا اورفن ایج صاف کیا تھا۔ بڑے سے ہال کی دائیں اور بائیں طرف چار

چار کمرے تھے۔ان میں سے ایک کچن تھا۔کچن کے ساتھ والا کمرہ بند تھا۔اس نے سب صاف کر دیے۔اوپر کی منزل پہ بھی اسی طرح کمرے بنے تھے۔جن میں صرف تین کمرے ہی استعمال کے قابل تھے۔کچھ میں کاٹھ کباڑ رکھا تھا اور کچھ پہ تالا لگا تھا۔

ان تین کمروں میں سے ایک کمرہ اس کا اپنا تھا۔دوسرا اس نے صاف کر دیا تھا اور تیسرا کمرہ وہ تھا......وہ ممنوعہ کمرہ......شکر ہے کہ باقی کمرے صاف کرنے سے بچ گئے تھے۔

اس نے سوچا۔

صفائی سے فارغ ہو کر میری نے لیڈی مہر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔اندر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔کمرہ نیم روشن تھا۔سورج غروب ہونے میں ابھی وقت باقی تھا۔کمرے میں بس لیڈی مہر کے پاس ایک لالٹین جل رہا تھا جس میں سارا کمرہ نیم واضح تھا۔بڑا سا بیڈ، دو بڑی بڑی کھڑکیاں جن کے آگے پردے لگے تھے، ایک صوفہ بھی تھا جو دیکھنے میں ذرا پرانا لگتا تھا۔کمرے میں بیڈ کے آگے ایک چھوٹا سا قالین بھی بچھا تھا۔کمرہ شان دار تھا۔

''میں نے سارا کام کر دیا ہے لیڈی مہر۔'' میری نے بیڈ پہ بیٹھی لیڈی مہر سے کہا۔وہ کوئی کتاب کھولے بیٹھی تھیں، اس کے آتے ہی انہوں نے اس کتاب کو ڈھانپ لیا۔

''اچھی بات ہے۔اب آئندہ غلطی نہ ہو۔اور سونے سے پہلے کیا کرنا ہے یاد ہے ناں؟'' لیڈی مہر نے اسے یاد کروایا۔

میری نے انہیں دیکھا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ان کی گود میں اسے کتاب کا ایک کونا نظر آیا۔میری نے نظریں پھیر لیں اور خود بھی پلٹ گئی۔

آخر ایسی کون سی کتاب ہے جو وہ چھپا رہی ہیں؟

اس نے سوچا۔

وہ ہال میں آئی اور باہر چلی گئی۔دروازے کے سامنے وہ کنواں ویران پڑا تھا۔وہ دائیں طرف بنے لان میں آ گئی۔

باغ میں چاروں طرف بڑے بڑے درخت اور بہت سارے پودے لگے تھے۔وہ سبز گھاس پہ چلنے لگی اور چلتے چلتے وہ پودوں پہ ہاتھ پھیر رہی تھی۔ایک دو نازک پھول اس کے ہاتھ لگاتے ہی ٹوٹ کر گر گئے تھے۔اس نے زیادہ دھیان نہ دیا۔ٹھنڈی ہوا نے ماحول کو مزید خوش گوار بنا رکھا تھا۔

وہ اب بہتر محسوس کر رہی تھی۔

''لیڈی مہر خود ان پودوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔'' نجانے کب انجلین ادھر آئی۔میری کو احساس نہ ہوا۔

''اوہ، اچھا۔'' میری حیران ہوئی۔''مجھے لگا وہ کوئی کام نہیں کرتیں، سوائے ڈانٹنے کے۔'' اس نے ذرا تلخی سے کہا۔سفید فراک پہ ایپرن پہنے، انجلین ہلکا سا ہنس دی۔

''نہیں نہیں...... پہلے تو سارے کام وہ ہی کرتی تھیں، پھر جب میں بڑی ہو گئی تو میں نے سب سنبھال لیا۔'' مسکراتی انجلین نے

اسے بتایا۔

''یہ دیکھو..... یہ ٹماٹر، مرچیں، گاجریں، لیموں، آلو.....'' وہ اسے بتا رہی تھی۔

دونوں ساتھ ساتھ آگے چلتی رہیں۔ ''یہ پھل..... یہ سیب، انگور اور مالٹے اور یہ والے (وہ ذرا رکی اور نیچے جھکی) یہ جڑی بوٹیوں کے پودے ہیں۔ ان سے مختلف دوائیاں بنتی ہیں۔'' وہ اسے بتا رہی تھی۔ میری دلچسپی سے سارے پودے دیکھ رہی تھی۔

''اوہ..... یہ تو مجھے پتا ہے۔ میں پہلے ایک ہسپتال میں نرس رہ چکی ہوں۔ یہ جڑی بوٹیاں آتی تھیں ہمارے پاس۔ اس سے (ایک پودے کا پتہ توڑا) معدے کا علاج ہوتا ہے اور (ایک دوسرے پودے کے پاس آئی) اس سے زہر کا توڑ.....'' وہ اسے بتا رہی تھی اور اس دفعہ انجلین اسے دلچسپی سے سن رہی تھی۔

''انٹرسٹنگ (دلچسپ)۔'' انجلین نے تبصرہ کیا۔ میری مسکراتی ہوئی اٹھی۔

''پھر ان کا کیا کرتے ہو تم لوگ؟ میرا مطلب کہ یہ بہت زیادہ ہیں۔ سب بھی کھائیں تو ختم نہ ہوں۔'' میری نے سوال کیا۔ انجلین ہلکا سا ہنسی۔ وہ دونوں پھر سے آگے چلنے لگیں۔

سورج اپنا دن بھر کا چکر لگا چکا تھا۔ غروبِ آفتاب میں کم ہی وقت رہتا تھا۔

''ہم انہیں بیچتے ہیں میری۔ چند دنوں بعد ایک تاجر آتا ہے یہاں اور یہ پھل وغیرہ لے جاتا ہے۔ اس کے بدلے میں وہ ہمیں رقم دیتا ہے جس سے ہم اپنے اخراجات پورے کرتے ہیں۔ جب ہمارے پاس زیادہ پیسے جمع ہو جاتے ہیں تو پھر ہم شہر جا کر اپنے لیے کپڑے جوتے اور کچھ ضروری سامان خریدتے ہیں۔ ہمارا اچھا گزر بسر ہو جاتا ہے۔'' بھاری بھرکم انجلین اپنی نرم آواز اور لہجے میں میری کو بتا رہی تھی۔

''انٹرسٹنگ۔'' میری نے کہا تو وہ دونوں ہنس دیں۔ مزید کچھ باتوں میں وقت گزرا اور سورج غروب ہو گیا۔ ہر طرف اندھیرا چھانے لگا۔ وہ دونوں اندر چلی گئیں۔

''رات کا کھانا ہم سب ساتھ ہی کھاتے ہیں۔'' انجلین نے اسے یاد کروایا۔ میری نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ انجلین کچن میں چلی گئی۔

کمرہ بھی نیم اندھیر تھا۔ اس نے آتے ساتھ ہی لالٹین جلایا تو کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ وہ بیڈ پہ نیم دراز ہو گئی۔ نجانے کب اسے نیند آ گئی تھی؟ شاید تھکاوٹ کے باعث اسے احساس ہی نہ ہوا۔

وہ سو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆

دفعتاً اس کی آنکھ کھلی۔ وہ گھبرا کر اٹھی اور گھڑی دیکھی۔ اسے پھر سیدیر ہو چکی تھی۔ افسوس سے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھتی وہ اٹھی اور کپڑے درست کرتی کمرے سے باہر نکلی۔

ہال ویران تھا۔

وہ کچن میں آئی تو لالٹین کی نارنجی روشنی میں انجلین برتن دھو رہی تھی۔

''سوری، میں پھر سے لیٹ ہوگئی۔'' میری ایک کرسی پہ بیٹھ گئی۔ ''لیڈی مہر نے کچھ کہا؟'' انجلین نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''نہیں.....شاید وہ نظر انداز کر رہی تھیں۔ آج تم نے اخلاقیات کی کلاس بھی نہیں لی۔ چلو خیر.....آج تو تم کام کر رہی تھی، اسی لیے معافی مل گئی۔ کل سے دھیان رکھنا پلیز۔'' وہ برتن دھوتی ساتھ ساتھ اس سے باتیں بھی کر رہی تھی۔

''ہاں ضرور۔'' اس نیگہری سانس لی۔ ''اچھا اب مجھے کھانے کو کچھ دے دو۔ بہت بھوک لگ رہی ہے۔ اب یہ مت کہنا کہ لیڈی مہر نے مجھے کھانا دینے سے منع کیا ہے۔'' میری ہاتھ ہلا ہلا کر ذرا تلخی سے بولی۔ پلیٹ کو صابن لگاتی انجلین کھلکھلا کے ہنس دی۔ اس کو ہنستا دیکھ کر میری بھی ہنس دی۔

''نہیں نہیں.....لیڈی مہر نے کبھی کسی کا کھانا پینا بند نہیں کیا ابھی تک تو۔ ویسے (وہ پھر ہنسی) کیا پتا وہ تمہاری وجہ سے اپنے قانون بدل لیں۔'' وہ ہنستی گئی تو میری بھی ہنس دی۔

''کوئی بعید نہیں۔'' اس نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد انجلین نے اسے کھانا دیا۔ کھانا واقعی لذیذ تھا۔ میری تعریف کیے بنا رہ نہ سکی۔ کھانا کھانے کے بعد اس نے سارے اورفن ایج کا ایک چکر لگایا۔

سب بچے اپنے کمرے میں تھے۔ کچھ بھی غلط نہیں تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آئی۔ وہ تھک چکی تھی۔ سائڈ ٹیبل پہ رکھی الارم کلاک پہ اس نے صبح کا الارم لگایا۔ گھڑی کا وقت اس نے آدھا گھنٹہ آگے کر دیا تھا تاکہ جب وہ اٹھے تو وہ وقت سے پہلے تیار ہو۔ اسے کل دیر نہیں ہونی چاہئے تھی۔ ایسے گھڑی کا وقت آگے کرنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر تک ایک ضروری کام کر کے وہ بستر پر ڈھیر ہوگئی۔ لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔

آج کا دن بہت تھکا دینے والا تھا۔ میری کو نہیں معلوم تھا کہ آنے والے دن مزید تھکاوٹ لیے ہوئے تھے۔ وہ اپنے مستقبل سے انجان نیند کی وادیوں میں چلی گئی۔

وہ سو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆

سورج طلوع ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا۔ آسمان پہ ہر طرف ہلکی نیلی روشنی پھیلی تھی جس نے اندھیرا ختم کر دیا تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں نے ماحول کو ٹھنڈا کر رکھا تھا۔

وہ سو رہی تھی کہ اس کی آنکھ کھلی، جیسے کسی نے اس کے کان میں آ کر آواز دی ہو۔ وہ اٹھ کے بیٹھی اور کھلے بال چہرے سے پیچھے کیے۔ آج وہ تازہ دم لگ رہی تھی۔ فریش ہو کر باتھ روم سے باہر آئی۔ اتنے میں سورج کی روشنی ہر سو پھیلنے لگی تھی۔

اس نے سائڈ ٹیبل پہ رکھی الارم کلاک دیکھی۔الارم ابھی پانچ منٹ بعد بجنا تھا۔وہ خوش تھی کی آج وہ جلدی اٹھی ہے۔آج کا دن جیسے اس کے لیے ایک نئی شروعات تھی۔

بیڈ کی چادر درست کرنے بعد اس نے پردے وا کر دیے۔تازہ دھوپ،جس میں تازہ ٹھنڈی ہوا کی آمیزش تھی،اس کے کمرے میں آئی۔ایک دم سے میری کو لگا جیسے آج کا دن بہت حسین ہونے والا ہے۔

زینے اترتی وہ ہال میں آئی۔ہال ابھی ویران ہی تھا۔وہ سیدھا کچن کی طرف چل پڑی۔راستے میں اسے خیال آیا کہ سارے لالٹین بجھ گئے ہیں۔کس نے بجھائے؟ کون اتنی جلدی اٹھتا تھا؟ شاید لیڈی مہر خود.....

کچن کا دروازہ کھلا تھا۔وہ اندر آئی۔بھاری وجود پہ ہلکے رنگ کا فراک اور اس پہ اپنا ازلی ایپرن پہنے،بالوں کو اچھے سے سمیٹے،انجلین ناشتہ تیار کر رہی تھی۔بڑی سی ٹرے میں دودھ کا ایک گلاس اور ایک پلیٹ میں کھانے کے لیے کچھ رکھا تھا۔وہ لیڈی مہر کا ناشتہ تھا۔

''صبح بخیر.....کیسی ہو میری؟ آج تم جلدی اٹھ گئیں۔''انجلین نے مسکراتے ہوئے اسے کہا۔میری نے بھی ایک خوشگوار مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

''شکریہ۔میں ٹھیک ہوں،تم کیسی ہو؟ آج جلدی اٹھ کر بہت اچھا لگ رہا ہے۔میں کافی دنوں بعد جلدی اٹھی ہوں،کیونکہ ہسپتال میں میری ڈیوٹی رات کو ہوتی تھی اسی لیے مجھے عادت نہیں ہے۔''وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔انجلین کو بھی اس کے انداز کی تازگی محسوس ہوئی تھی۔یہ بات تو سچ ہے کہ جب انسان روزانہ جلدی اٹھتا ہے تو وہ بہت تازہ دم ہوتا ہے۔جب اٹھنا ہی آدھا دن گزار کے ہے تو وہ تازگی کا احساس کہاں سے آئے گا؟

''اچھی بات ہے۔اب تم پانی بھر لاؤ۔یہ مٹکا لو اور جاؤ اس سے پہلے لیڈی مہر پھر تمہیں ڈانٹیں۔''آخر میں انجلین اپنی عادت سے مجبور ہلکا سا ہنس دی۔میری نے سر جھٹکا۔

''ہاں،ہاں.....جا رہی ہوں۔ویسے مجھے امید ہے کہ آج مجھے ڈانٹ نہیں پڑے گی۔آج سب ٹھیک ہوگا۔''وہ ایک عزم سے بولی۔انجلین کو اس کا یہ انداز اچھا لگا تھا۔

میری نے مٹکا پکڑا اور کچن سے باہر چلی گئی۔آج اس نے ہلکے اور پھیکے پیلے رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا۔امید ہے لیڈی مہر کو اس پہ اعتراض نہیں ہوگا۔اس نے ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔

اورفن ایج کی عمارت سے باہر صبح اپنی ساری تازگی لیے ہر سو پھیلی تھی۔میری نے گہری سانس لی اور تازگی کو اپنے اندر اتارا۔باغ پہ ایک نظر ڈالتی وہ آگے چل پڑی۔اسے اورفن ایج کے پیچھے، دریا سے پانی لانا تھا۔یہ لیڈی مہر کا حکم تھا۔

وہ آگے چلتی گئی۔راستہ ناہموار تھا۔یہ عمارت پہاڑ کے اوپر تھی اور دریا ذرا نیچے تھا۔اسے اتر کر نیچے جانا تھا۔ڈھلان کافی تھی۔

وہ برے دل سے نیچے اتری۔مٹکا درمیانہ سا تھا۔درختوں اور چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں کے درمیان تنگ سا راستہ بنا تھا۔راستہ ذرا

خوفناک ہی لگ رہا تھا کہ ذرا سا پیر پھسلا تو میری نیچے گر جائے گی۔ ہمت جمع کرتی وہ نیچے اترنے لگی۔ تھوڑا نیچے آ کر اسے دریا صاف دکھائی دینے لگا۔ اسے خوشی ہوئی۔ وہ آگے چلتی گئی دفعتاً اس کا پاؤں کسی شاخ سے ٹکرایا اور وہ ذرا لڑکھڑا گئی۔ بروقت خود کو قابو کر لیا ورنہ چوٹ بہت بری لگنی تھی۔ میری ایک لمحے کے لیے رکی۔ سانس بحال کی اور ہاتھ میں پکڑے مٹکے کو دیکھا۔ شکر ہے وہ بچ گیا تھا ورنہ لیڈی مہر کے ہاتھوں میری نے نہیں بچنا تھا۔

دریا تک پہنچ کر اس نے پہلے پانی پیا۔ پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ اس نے فوراً سے مٹکا بھرا اور واپس چلنے کے لیے مڑ گئی۔ اب اسے چڑھائی چڑھنی تھی۔ اس نے تھکے تھکے انداز میں اوپر دیکھا اور پانی سے بھرا مٹکا اٹھاتی اوپر چڑھنے لگی۔

''کھڑکی سے تو یہ دریا اتنا قریب لگتا ہے اور ویسے کتنا دور ہے یہ۔'' اس نے ناک سکوڑ کر خود کلامی کی۔

اوپر چڑھتی.....مٹکا اٹھاتی میری کا سانس بگڑنے لگا۔ اسے اتنی ٹھنڈ میں بھی پسینہ آنے لگا۔ وہ جگہ جگہ رکتی اور سانس بحال کرتی، پھر دوبارہ سے چڑھنے لگتی۔ وہ خود چڑھے یا مٹکے کو چڑھائے؟

اس نے تلخی سے سوچا۔

''عجیب عورت ہے۔ کیا.....سارا دن.....یہی سوچتی.....رہتی ہے کہ.....اب کون سا سخت کام.....کروانا ہے۔ جیسے.....جیسے میں فوجی بن رہی ہوں۔ اتنی.....مشقت، اف۔'' اس نے پھولے تنفس کے ساتھ کہا۔

بلآخر وہ اوپر پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔

میری تھکی ہاری، مٹکا اٹھاتی کچن میں آئی۔ انجلین کچن میں نہیں تھی۔ وہ پاس ہی ایک کرسی پہ بیٹھ گئی اور مٹکے میں سے پانی نکال کر پیا۔ سانس ذرا سنبھل چکا تھا۔ اب کلاس کا ٹائم ہونے والا تھا۔ اس نے 'اف' کہتے سر جھٹکا۔

''یہ دن ذرا بھی خوشگوار نہیں ہے۔'' اس نے دبے دبے غصے سے کہا۔ آنکھوں کے گرد پانی اکٹھا ہونے لگا تھا۔ اس نے ہاتھ کی پشت سے پانی صاف کیا۔

کچن سے باہر جانے لگی تو انجلین اندر آ گئی۔ میری نے اسے ساری کہانی سنائی کہ دریا سے پانی لانا کتنا مشکل کام تھا۔ انجلین نے اسے واپس کرسی پر بٹھایا اور اس کے لیے ناشتہ بنانے لگی۔

ناشتہ کر کے اسے ذرا ہمت ملی تھی۔ اب اسے کلاس لینی تھی۔

''گڈ مارننگ بچوں۔'' پہلی باتوں کو ذہن سے جھٹکتی وہ اب ٹھیک نظر آتی تھی۔ زمین سے دو انچ بنے چبوترے (اسٹیج) پہ وہ کھڑی تھی۔ ایک ہی قطار میں وہ پانچ بچے اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

''آج سے میں آپ کو پڑھنا اور لکھنا سکھاؤں گی۔ لیڈی مہر آپ کے لیے کتابیں اور لکھنے کے لیے قلم اور کاپیاں منگوائیں گیں۔'' وہ خوش دلی سے بتا رہی تھی۔ سارے بچے اسے سن رہے تھے۔ وِل آج، کل کی نسبت ٹھیک لگ رہا تھا۔

''پڑھنا اور لکھنا کیا ہوتا ہے، سسٹر میری؟'' ایلس نے انتہائی معصومیت سے سوال کیا۔ میری کے لیے یہ سوال بالکل غیر متوقع

تھا۔اس نے جواب سوچنے کے لیے چند لمحے لگائے۔

''ہم جس طرح باتیں کرتے ہیں وہ لکھنا سکھاؤں گی اور ان الفاظ کو پڑھنا بھی سکھاؤں گی۔'' میری کے پاس اس سے زیادہ تسلی بخش جواب نہیں تھا۔ایلس کو بات سمجھ نہیں آئی تھی پر.....وہ خاموش رہی۔

''ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ کس بات کو کیسے لکھتے ہیں؟ ہوسکتا ہے آپ ہمیں غلط پڑھائیں۔'' جارج نے کہا تو سارے بچے ہنس دیے۔وِل حسبِ معمول خاموش رہا۔میری کے پاس اس بات کا بھی جواب نہیں تھا۔

''میں آپ کو ٹھیک پڑھاؤنگی۔پھر آپ کسی اور سے بھی پوچھ لینا اور جب آپ کو لکھنا پڑھنا آجائے گا تو آپ کی تسلی ہوجائے گی۔'' وہ اور کیا کہتی؟ ایلس بیٹھ گئی۔میری نے ایک خاموش نظر سب پہ ڈالی۔

''ہماری زبان انگریزی ہے۔میں آپ کو انگریزی لکھنا سکھاؤں گی۔'' میری نے بات کا باقاعدہ آغاز کیا۔

''پر آپ نے کہا تھا کہ پڑھنا بھی سکھاؤں گی، سسٹر میری۔'' جارج نے کہا تو میری نے گہری سانس لی۔اف.....ان کو پڑھانا کتنا مشکل کام ہے۔

اس نے سوچا۔

''جارج.....میں جو لکھوں گی اسے پڑھنا بھی سکھاؤں گی ساتھ ساتھ۔'' میری نے مسکراتے ہوئے کہا۔یہ مسکراہٹ تھی یا ضبط

.....

''آج میں پہلے آپ کو اپنا تعارف کروانا سکھاؤں گی کہ اگر کوئی آپ سے آپ کا نام پوچھے تو آپ نے کیا کہنا ہے۔'' میری نے مسکراہٹ اچھالی۔سب چپ چاپ اسے سن رہے تھے۔وِل بھی.....''تو، آپ اٹھو اور اپنا نام بتاؤ۔'' میری نے نینسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''یہاں سب کو میرا نام پہلے سے ہی پتہ ہے سسٹر میری۔'' نینسی نے انتہائی معصومیت سے کہا۔میری کا تو سر چکرا گیا۔اس سے اچھا تو میں اسی ہسپتال میں ہی کام کرتی رہتی۔

اس نے سوچا۔

''اگر کوئی باہر سے آکر پوچھے گا تو آپ کو اسے اپنا نام بتانا ہوگا۔'' میری نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''یہاں کوئی نہیں آتا۔سسٹر انجلین کہتی ہیں کہ کوئی ہمیں اڈاپٹ کرنے آئے گا پر یہاں کوئی نہیں آتا۔تم سب لوگ برے ہو۔سب جھوٹے ہو۔'' سفید دودھیا رنگت اور نیلی آنکھوں والے وِل نے اپنی خاموشی توڑی۔وہ پھر سے رونے لگ گیا۔میری کو ان بچوں پہ بہت ترس آیا۔اسے ان سب بچوں کی دوست بننا تھا۔اس نے فیصلہ کیا۔

وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ دروازہ کھلا اور رعب دار شخصیت اندر داخل ہوئی۔سفید جھریوں والے چہرے پہ اکتاہٹ لیے، ہلکے سرمئی رنگ کا فراک پہنے، کمر پہ بیلٹ کسے، لیڈی مہر ایک شان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں۔کمرے میں موجود سب خاموش ہو

گئے۔وہ چلتی چلتی اسٹیج تک آئیں۔ہاتھ باہم پھنسا کرانہوں نے مسکراتے ہوئے بچوں کو دیکھا۔

''سسٹر میری آپ سب کی ٹیچر ہیں۔آپ سب نے ان کے ساتھ اچھے سے رہنا ہے۔مجھے کوئی شکایت نہ ملے بچو۔''ان کی مسکراہٹ میں بھی ایک سنجیدگی تھی۔وہ سب محسوس کر سکتے تھے۔''کل آپ کو لکھنے اور پڑھنے کا سامان مل جائے گا۔ہیو آ نائس ڈے (آپ کا دن اچھا گزرے)''۔لیڈی مہر اپنی بات مکمل کر کے کمرے سے چلی گئیں۔

میری نے بچوں سے مزید کچھ باتیں کیں۔اتنے میں کلاس کا وقت ختم ہو گیا۔وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

صبح کا فسوں ختم ہوا۔دوپہر بھی ختم ہونے کو تھی۔سب نے کھانا کھا لیا تھا۔بچے اپنے کمرے میں تھے اور آسمان پہ بادلوں نے بسیرا کر لیا۔شاید آج پھر بارش ہونے کو تھی۔

انجلین اپنے بھاری وجود کے ساتھ کچن میں کام کر رہی تھی۔لیڈی مہر، بالائی منزل کی دائیں طرف پہلے کمرے میں تھیں۔وہ اس وقت ادھر جایا کرتی تھیں۔وہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

میری اپنے کمرے میں تھی۔کھڑکی سے سرد ہوا اندر آ رہی تھی۔

وہ باتھ روم سے باہر نکلی۔اس کی آستینیں کہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں۔چہرہ دھلا تھا اور پاؤں بھی پانی سے تر تھے۔اس نے تولیے سے اپنا چہرہ اور ہاتھ خشک کیے۔چہرے کے گرد دوپٹہ لپیٹا اور اپنے سامان میں سے ایک کتاب نکال کر بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

اس نے کتاب کھولی، سنہرے حروف اس کے ملائم صفحوں میں بکھرے پڑے تھے۔اس نے لب کھولے اور پڑھنا چاہا، اتنے میں اسے رونے کی آواز آئی۔ہال میں کوئی بچہ رو رہا تھا شاید۔اس نے بے چینی سے کتاب بند کی اور سائڈ ٹیبل کے دراز میں رکھ دی۔رونے کی آواز ابھی تک آ رہی تھی۔

وہ نیچے آئی تو وِل رو رہا تھا۔انجلین اس کے پاس کھڑی تھی۔باقی بچے بھی ادھر ہی تھے۔

''کیا ہوا؟''اس نے پریشانی سے پوچھا۔

''وِل کہہ رہا تھا کہ اسے باہر جانا ہے پر (وہ رکی) سسٹر انجلین اسے باہر نہیں جانے دے رہی۔یہ ہمیشہ ہمیں روکتی ہیں۔''نینسی نے منہ بسور کر کہا۔وہ انجلین کو غصے سے دیکھ رہی تھی۔

میری نے انجلین پہ ایک سوالیہ نگاہ ڈالی۔''کیوں؟''بس اتنا کہا اور انجلین نے بے بسی سے سر ہلایا۔میری اس کا مطلب سمجھ گئی تھی۔

''وِل.....تم میرے پاس آؤ۔''اس نے وِل سے کہا۔وہ ابھی تک رو رہا تھا۔اس کی بات پہ مزید غصے سے رخ موڑ گیا۔

''تم سب بہت برے ہو۔''وہ روتے روتے کہہ رہا تھا۔میری اور انجلین سمیت سب بچوں نے اسے کمرے میں جاتے دیکھا۔باقی بچے بھی اس کے پیچھے کمرے میں چلے گئے۔

وِل ان سب میں سے بہت حساس بچہ تھا۔ وہ جب سے یہاں آیا تھا وہ ایسا ہی تھا۔ وہ زیادہ کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا۔ زیادہ تر خاموش ہی رہتا تھا۔ دوسری طرف وہ ہمیشہ عدم تحفظ کا شکار رہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ لیڈی مہرا سے ماریں گی۔ اسے ڈر تھا کہ وہ اسے یہاں سے بھی نکال دیں گی۔ اسے لگتا تھا وہ اکیلا رہ جائے گا۔ انجلین جب بھی اسے کسی کام سے روکتی تو اسے بہت برا لگتا تھا۔ انجلین کی نیت یہی تھی کہ وہ لیڈی مہر کی ڈانٹ سے انہیں بچالے مگر وِل کو ہمیشہ یہی لگا کہ انجلین بھی لیڈی مہر کی طرح سنگدل ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ اب جب سے میری یہاں آئی تھی تو اس نے وِل کے رویے کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ اس کی دوست بننا چاہتی تھی۔ وہ اس کے لیے کوشاں تھی پر وِل عدم تحفظ کا شکار ہونے کی وجہ سے ابھی تک اس پہ اعتبار نہیں کر پایا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ میری بھی انہی کی طرح ہے جبکہ ایسا نہیں تھا۔ باقی بچے میری کو لیڈی مہر سے مختلف سمجھتے تھے مگر وِل ابھی اس حقیقت کو دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ وِل جیسے بچوں کو ہمیشہ ایک ڈر ہوتا۔ انہیں لگتا ہے کہ سب انہیں اکیلا چھوڑ دیں گے۔ وہ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ کسی سے زیادہ قریب نہیں ہوتے۔ وہ اپنے آپ میں رہنے والے بچے ہوتے ہیں۔ اس بات کا نقصان انہیں ہی ہے کیونکہ آگے جا کر ان میں خود اعتمادی بھی ختم ہو جاتی ہے اور وہ خود کو بھی کسی قابل نہیں سمجھتے۔ میری بین سن نے سوچ لیا تھا کہ وہ وِل کے اندر سے یہ عدم تحفظ ختم کرے گی اور اس کی دوست بن جائے گی۔ اس سب کے لیے اسے اپنا دل وِل کے سامنے کھول کر رکھنا ہوگا۔ شاید وہ اس سب کے لیے تیار تھی۔

''میں کیا کروں میری؟ لیڈی مہر انہیں باہر جانے نہیں دیتیں۔ وہ سمجھتی ہیں یہ بھاگ جائیں گے۔'' انجلین کی آنکھیں بھر آئیں۔ ''بھلا یہ کہاں جا سکتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ وہ لان تک جائیں گے اور کہاں.....'' انجلین بھی لیڈی مہر کے کچھ فیصلوں کے آگے بیبس تھی۔

''میں ان سے بات کروں گی۔'' میری نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ ''ہوسکتا وہ بات مان جائیں۔'' وہ کہہ رہی تھی کہ انہیں زینے اترتے قدموں کی آواز آئی۔ دونوں نے بیک وقت ادھر دیکھا۔

بوڑھی لیڈی مہر نیچے اتر رہیں تھیں۔

''میرے فیصلوں سے کسی کو اعتراض ہے تو وہ یہاں سے جا سکتا ہے۔'' سرد مہری سے کہتیں وہ دونوں پہ ایک سخت نگاہ ڈالتیں، اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میری کو ان کی آنکھوں کے گرد پانی سا محسوس ہوا تھا۔ شاید وہ روئی تھیں۔

اس نے سوچا۔

''تم جاؤ۔ ہم اس مسئلے کو پھر کبھی دیکھیں گے۔ ابھی ویسے بھی کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے۔'' میری نے انجلین سے کہا۔ وہ بے بسی سے سر اثبات میں ہلاتی چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

وہ ہال میں ہی کھڑی تھی کہ اسے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ اس نے مڑ کر داخلی دروازے کی طرف دیکھا۔ ایک بڑی عمر کا آدمی اندر آ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے۔

''گڈ آفٹرنون۔کیا لیڈی مہر ہیں؟''اس نے میری سے سوال کیا۔''آپ شاید نئی آئی ہیں۔''اس بوڑھے مگر تندرست آدمی نے بغور اسے دیکھا۔

''جی۔میرا نام ما.....(تصحیح کی) میری ہے۔''کیا وہ اپنا نام غلط بتا رہی تھی؟''میں یہاں کل ہی آئی ہوں۔میں لیڈی مہر کو بلاتی ہوں۔''وہ کہہ کر پلٹ گئی۔کالے رنگ کا روایتی لباس پہنے،کلین شیو مگر چہرے پہ گہری موچھیں سجائے،سفید بال جن میں کالا رنگ کہیں کہیں تھا،کالے ہی رنگ کے جوتوں میں وہ آدمی ہال میں اکیلا رہ گیا۔

میری نے لیڈی مہر کے کمرے کے دروازے پہ دستک دی۔اجازت ملنے پر وہ اندر چلی گئی۔

''وہ باہر کوئی آدمی آیا ہے۔''میری نے انہیں اطلاع دی۔ایک نظر میری کو دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے باہر جانے کا کہا۔وہ باہر چلی گئی۔

ہال میں وہ آدمی کسی سے باتیں کر رہا تھا۔وہ انجلین تھی۔میری چلتی چلتی ان کے قریب آئی۔

''میری.....یہ تاجر ہیں۔لان میں جو پھل سبزیاں ہم اگاتے ہیں،یہ وہ لینے آئے ہیں۔''انجلین نے ان کے بارے میں بتایا۔''اس کے بدلے میں یہ ہمیں معاوضہ دیتے ہیں جن سے ہم اپنے باقی اخراجات اٹھاتے ہیں۔''میری نے ایک نظر اس آدمی کو دیکھا۔اس نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔

وہ انہیں دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی۔''لیڈی مہر آتی ہوں گی۔''میری نے انہیں بتایا۔

دروازہ کھلنے کا مخصوص شور سنائی دیا۔لیڈی مہر اپنے سنجیدہ چہرے کے ساتھ باہر آتی دیکھائی دیں۔تینوں اس طرف دیکھ رہے تھے۔

''لیڈی مہر.....''اس آدمی نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے تادیبی انداز میں سر کو خم دیا۔''کیسی ہیں آپ؟''

لیڈی مہر کے تاثرات میں تبدیلی نہ آئی بس ہلکا سا سر ہلا دیا۔

''انجلین،تم ان کو لان میں لے جاؤ،باقی کام یہ خود کر لیں گے۔''انہوں نے انجلین کی طرف دیکھا۔''مسٹر بروس.....مجھے چھ بچوں (پانچ بچے اور ایک میری) کے لیے پڑھنے کے لیے کتابیں اور لکھنے کا سامان چاہیئے۔مجھے یہ سب کل صبح ہی چاہیئے ہوگا۔آپ اس امر کو یقینی بنائیں گے۔''اب کے انہوں نے اس آدمی کی طرف دیکھا۔لیڈی مہر جس انداز میں آئی تھیں،اسی میں واپس چلی گئیں۔انجلین اس آدمی کے ساتھ لان میں چلی گئی۔ہال میں اکیلی کھڑی وہ لیڈی مہر کو جاتا دیکھ رہی تھی۔اس بوڑھی عورت میں اتنا رعب.....کیا تھا اس کے اندر جو لیڈی مہر کو اتنا سخت کر گیا تھا؟ کیا کہانی تھی آخر.....

کچھ دیر بعد ہال کے دائیں طرف بنے کمرے میں وہ بچوں کے ساتھ تھی۔یہ اخلاقیات کی کلاس تھی۔

کلاس ختم ہوئی تو رات کا اندھیرا ہر طرف پھیل چکا تھا۔انجلین نے سارے ہال کی لالٹینیں جلا دی تھیں۔نارنجی روشنی نے ماحول کا احاطہ کر لیا۔آج بارش نہیں ہوئی تھی۔یہ بہت کم ہوتا تھا کہ مسلسل دو دن بارش نہ ہو ورنہ اس علاقے میں تو تقریباً روزانہ ہی بارش زور و شور

سے ہوا کرتی ہے

☆☆☆☆☆

رات گہری ہوتی گئی۔آسمان پہ بادل اڑتے دکھائی دے رہے تھے۔کچھ بادل چاند کے آگے سے گزرتے اور کچھ اطراف سے۔بادلوں کا یہ ٹولا پورے آسمان پہ بکھرا پڑا تھا۔چاند سے آتی روشنی نیاورفن ایج کے بڑے سے ہال کو بھی سفید روشنی سے منور کر رکھا تھا۔

کچن سے ملحقہ کھانے کے کمرے میں وہ سب جمع تھے۔لیڈی مہر نے سربراہی کرسی سنبھال رکھی تھی۔ان کے دائیں بائیں لکڑی کی کرسیوں پہ پانچ بچے اور وہ دونوں بیٹھیں رات کا کھانا تناول فرما رہی تھیں۔

ماحول خاموشی کے سپرد تھا۔

''آج تم نے اچھا کام کیا میری۔''لیڈی مہر نے خاموشی توڑی۔میری کا سالن انڈیلتا ہاتھ رک گیا۔اسے اپنی سماعت پہ یقین نہ آیا۔میری نے حیران ہو کر 'شکریہ' کہا۔لیڈی مہر نے اسے دیکھے بغیر کہا تھا۔

''شب بخیر۔''رومال سے ہاتھ صاف کرتی وہ اٹھ گئیں اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

''چلو بچوں.....اب کمرے میں جاؤ۔''انجلین نے انہیں ہاتھ سے اشارہ کر کے جانے کا کہا۔وہ سب کھانا کھا چکے تھے۔انجلین اور میری برتن اٹھانے لگیں۔

''میں انہیں دیکھ کر آتی ہوں۔''وہ دونوں کچن میں تھیں جب میری نے کہا۔

''رہنے دو۔ضرورت نہیں ہے۔''انجلین نے اسے روکا۔''تم اورفن ایج کا چکر لگا آؤ۔''اس نے میری کو یاد دلایا۔

سارے اورفن ایج کا ایک چکر لگا کر وہ اپنے کمرے میں آئی۔

کمرہ اندھیر تھا۔اس نے پہلے لالٹین روشن کیا اور خود کھڑکی کے ساتھ لگ کر فورکس کی پہاڑیوں کو دیکھنے لگی۔اسے یہ جگہ بہت پسند تھی۔وہ یہاں ایک اچھی زندگی گزارنا چاہتی تھی پر.....اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ اس کا خواب ہی رہے گا۔اگر اسے پتا ہوتا کہ اس شہر میں اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے تو وہ کبھی یہاں نہ آتی۔

لالٹین کی روشنی،چلتی ہوا کے ساتھ کم زیادہ ہو رہی تھی۔وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔چہرے پہ اداسی لیے وہ درختوں کو دیکھ رہی تھی۔پاس میں بہتے دریا کے پانی کا شور صاف سنائی دیتا تھا۔

''انسان سوچتا کیا ہے اور ہوتا کیا ہے۔''اس نے تلخی سے سوچا۔اسی پل دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔اس نے ذہن سے ہر چیز کو جھٹکتے ہوئے 'آ جاؤ' کہا۔وہ جانتی تھی باہر انجلین ہے۔

''وہ میں چائے پینے لگی تھی تو سوچا تمہارے لیے بھی لے آؤں۔''انجلین نے مسکراتے ہوئے اندر قدم رکھا اور چلتی چلتی بیڈ تک آئی۔سائڈ ٹیبل پہ اس نے دونوں کپ رکھے اور خود بیڈ پہ بیٹھ گئی۔میری ہنوز کھڑکی کے ساتھ کھڑی تھی۔

''کیا ہوا،تم پریشان لگ رہی ہو؟''انجلین نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔میری نے نفی میں سر ہلایا اور چہرے پہ اداس مسکراہٹ

لیے اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

''بس تھک گئی ہوں۔ سر میں ہلکا سا درد ہے۔'' میری نے کنپٹی سہلاتے ہوئے کہا۔

''میں سر دبا دوں تمہارا؟'' انجلین نے فکر مندی سیا پنا ہاتھ آگے کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں نہیں.....اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سو کر اٹھوں گی تو ٹھیک ہو جائے گا۔'' میری نے اس کا بڑھا ہاتھ آہستہ سے پیچھے کیا۔

''او کے.....چائے پی لو۔ ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے سائڈ ٹیبل سے کپ اٹھا کر میری کو تھمایا۔ میری نے کپ تھام لیا۔ دوسرا کپ انجلین نے تھام لیا تھا۔ دونوں نے چائے کا پہلا گرم گھونٹ اپنے اندر اتارا۔

''انجلین.....میرے پاس اور کپڑے نہیں ہیں۔ سب ہی ذرا تیز رنگ کے ہیں۔ مجھے شروع سے گہرے رنگ زیادہ پسند تھے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ مجھے کبھی لیڈی مہر کے ساتھ رہنا پڑے گا۔'' میری نے اسے کہا اور وہ دونوں ہنس دیں۔

''میں لیڈی مہر سے بات کرتی ہوں۔'' انجلین نے اسے کہا۔ میری نے سر ہلایا۔ ''بلکہ تم.....'' اس کے الفاظ منہ میں رہ گئے۔ لیڈی مہر کی بلند آواز ان دونوں کے کانوں سے ٹکرائی۔

''میں.....دیکھتی ہوں۔'' انجلین ہڑبڑا کر اٹھی۔ عجلت میں چائے کا کپ اس نے میری کو پکڑا دیا۔ میری نے بھاری مگر خوبصورت انجلین کو باہر جاتے دیکھا۔ لیڈی مہر بھی ناں.....

اس نے سوچا۔

کچھ دیر پہلے کی مسکراہٹ اس کے چہرے سے غائب تھی اور اس کی جگہ پھر سے اداسی نے لے لی تھی۔ اس نے برے دل سے چائے کا کپ سائڈ ٹیبل پر رکھا اور خود دوبارہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اسے یہاں کھڑے ہونا بہت پسند تھا۔ باہر سے بہتے دریا کا شور سنائی دیتا تھا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ ذہن کے خانے صاف ہو گئے۔ وہاں لالٹین کی کم زیادہ ہوتی روشنی.....گرم چائے کی خوشبو.....دریا میں بہتے پانی کا شور.....کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک چیز جوان دونوں میں مشترکہ تھی، وہ ٹھنڈی ہوائیں تھیں۔ تازہ ٹھنڈی ہوا.....

وہ کسی بیتے زمانے میں چلی گئی تھی۔

سورج نیبڑے سے گراؤنڈ کو روشن کر رہا تھا۔ ایسے میں ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔ درختوں کے پتے تیز ہوا سے جھول رہے تھے۔ اسی گراؤنڈ میں وہ ایک بینچ پہ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ دبلی پتلی لڑکی، سفید رنگت، آنکھیں گہری بھوری جو دیکھنے میں کالی ہی لگتی تھیں، ذرا بکھرے بال، ڈھیلا ڈھالا فراک پہنے، چہرے پہ بے پناہ اکتاہٹ لیے وہ جلدی جلدی چمچ سے کھانا کھا رہی تھی۔ اسی دوران بینچ کی دوسری طرف ایک لڑکی آ کر بیٹھی۔ اس نے کھاتے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ لڑکی رو رہی تھی۔ اس کا منہ تک جاتا ہاتھ رکا۔ چمچ کو واپس پلیٹ میں رکھتے ہوئے وہ اس لڑکی کی طرف مڑی۔

ذرا سانولی رنگت، سفید روایتی فراک پہنے وہ بار بار ہتھیلی سے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

''کیا ہوا تمہیں؟'' میری پوری طرح اس کی طرف گھومی اور پوچھا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ شاید بتانا نہیں چاہتی تھی یا.....شاید کوئی اور وجہ ہو۔

میری نے ایک تلخ نظر اس پر ڈالی۔''تو تم پاگل ہو جو ایسے رو رہی ہو؟'' انداز بھی ذرا تلخ ہی تھا۔

''میں جس گھر میں رہتی تھی اس کی مالکن نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔'' وہ رونے لگ گئی۔''خود دوسرے ملک چلی گئی ہے۔ بھلا میرا کیا قصور اس میں؟'' وہ روتے روتے کہہ رہی تھی۔

''تو تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ وہ تم سے اجازت لے کر جاتی؟'' میری نے استہزایہ انداز میں کہا تو لڑکی نے اسے دیکھا۔ میری کی بات تو ٹھیک ہی تھی۔

''نہیں.....میرا مطلب.....ٹھیک ہے اگر انہیں جانا تھا تو کم سے کم مجھے کہیں اور نوکری دلوا کر چلی جاتی۔'' اس نے اپنی بات کو سچا کرنے کے لیے بات بنائی۔''کوئی خیال نہیں ہے ان لوگوں کو غریبوں کا.....'' وہ پہلے ذرا سنبھل گئی تھی مگر اب پھر سے رونے لگی۔ میری نے افسوس سے اسے دیکھا۔

''اگر انسانوں کو ایک دوسرے کا اتنا ہی احساس ہوتا تو ایسے ملکوں کے درمیان جنگیں نہ ہوتیں اور ہم لوگ ایسے بے گھر نہ ہوتے۔'' اس نے دکھ سے کہا۔ لڑکی کو میری کی بات اچھی لگی تھی۔

''صحیح کہہ رہی ہو تم۔ چند سال پہلے ایک لڑائی میں میرے بابا مارے گئے۔ کچھ سالوں بعد میری ماں کا انتقال بھی ایسے ہی ایک دھماکے سے ہوا۔ میں اکیلی رہ گئی۔ پھر میں نے نوکری تلاش کی اور مجھے ایک گھر میں ملازمہ کی جاب مل گئی۔ میں نے اس گھر میں تقریباً پانچ سال کام کیا اور اب وہ لوگ.....(وہ پھر سے رونے لگی) دوسرے ملک جا رہے ہیں۔ میں اب کہاں جاؤں گی۔'' اس نے روتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔ میری نے ذرا آگے ہو کر اسے حوصلہ دیا۔

''جو ہو گیا اسے جانے دو۔ نئی جگہ نوکری تلاش کرتے ہیں۔'' میری نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہو کہا۔

''تمہارے پاس تو گھر ہو گا۔ میری پاس تو کوئی جگہ نہیں ہے رہنے کے لیے۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

میری تلخی سے ہنسی۔''میرے بابا ایک طبیب تھے۔ انہوں نے مجھے یہ کام سکھایا تھا۔ پھر وہ فوج میں بطور ڈاکٹر چلے گئے اور اسی دوران وہ مارے گئے۔ میں اور میری ماں اس شہر سے ذرا دور اپنے گھر میں رہتے تھے۔ بابا کے جانے کے بعد سب تباہ ہو گیا۔ کچھ سالوں بعد میں اپنی ماں کے ساتھ یہاں آ گئی اور ایک ہسپتال میں ملازمہ کی نوکری ڈھونڈی۔ مجھے نوکری مل گئی اور پھر میری امی کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ انہیں بابا کی موت کا گہرا صدمہ پہنچا تھا۔ وہ برداشت نہ کر سکیں اور دنیا سے چلی گئیں، بابا کے پاس.....میں بالکل اکیلی رہ گئی۔ میں اسی ہسپتال میں نوکری کرتی رہی اور اب تک کر رہی ہوں۔ تین وقت کا کھانا مل جاتا ہے، رات کو سونے کے لیے زمین ملتی ہے۔ خیر ہے.....'' میری نے اپنی کہانی سنائی۔ لڑکی اب رو نہیں رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوائیں ہنوز چل رہی تھیں جو دونوں کے بالوں کو اڑائے جا رہی تھیں۔

''مجھے سن کر افسوس ہوا۔'' اس نے تعزیت بھرے انداز میں کہا۔ میری نے بھی دکھ سے سر اثبات میں ہلایا۔ دونوں کے درمیان چند

لمحے خاموشی حائل رہی پھر ذرا سانولی رنگت والی لڑکی بولنا شروع ہوئی۔

''کیا مجھے بھی ملازمہ کی نوکری مل سکتی ہے؟''اس کے التجائیہ انداز میں کہا۔''میرے پاس کوئی جگہ نہیں ہے۔پلیز میری مدد کرو۔''اس نے میری کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''اچھا اچھا.....میں باس سے بات کرتی ہوں۔''میری نے اسے حوصلہ دیا۔

''آؤ،ابھی چلتے ہیں۔میں بہت پریشان ہوں۔''وہ پھر سے رونے لگی۔

''بس کرو،اب رومت۔کمزور مت بنو۔ایک راستہ اگر بند ہو جائے تو انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے۔اسے دوسرے راستے تلاش کرنے چاہیں۔ہم جا کر بات کریں گے۔''میری نے اسے سمجھایا۔وہ سر ہلاتی اٹھ گئی۔میری نے اسے روکا اور پہلے اسے اپنا کھانا دیا۔لڑکی نے ممنون ہوتے ہوئے کھانا کھایا۔اب وہ دونوں پاس میں بنے ہسپتال جا رہی تھیں۔

''ویسے تم نے کہا کہ تمہارے بابا نے تمہیں طبیب کا کام سکھایا ہے۔تم دوائیاں وغیرہ بنا سکتی ہو؟''لڑکی نے اپنے ساتھ چلتی میری سے پوچھا۔میری نے اپنی گہری بھوری آنکھوں جو دیکھنے میں کالی ہی لگتی تھیں،سے اسے دیکھا۔

''ہاں بنا لیتی ہوں۔مجھے وہ کام یاد ہے۔''اس نے نظریں پھیر لیں۔سامنے انہیں ہسپتال کی عمارت نظر آ رہی تھی۔ہوا سے دونوں کے بال بار بار منہ پہ آتے جنہیں وہ دونوں کوفت سے پیچھے کرتیں آگے بڑھ رہی تھیں۔

''تو تم ملازمہ کا کام کیوں کرتی ہو؟تمہیں تو نرس وغیرہ ہونا چاہئے۔''لڑکی نے نارمل انداز میں کہا۔میری کے قدم وہیں رک گئے۔جیسے اسے اپنی عقل پہ افسوس ہوا ہو۔

''کیا ہوا؟رک کیوں گئی تم؟''لڑکی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

میری کے چہرے پہ یک دم پرجوش مسکراہٹ پھیل گئی۔''یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا؟اف.....میں کتنی پاگل ہوں۔''اس نے خود پہ افسوس کیا۔لڑکی ہنس دی۔

''چلو اب تم نرس کی نوکری کے لیے بات کرو اور میں ملازمہ کے لیے۔''وہ دونوں اب آگے چلنے لگیں۔

''نہیں.....تم بھی نرس کے لیے ہی بات کرو گی۔تم کہنا تم میری دوست ہو اور ہم دونوں نے ایک طبیب سے یہ کام سیکھا ہے۔میں ساتھ ساتھ تمہیں سکھا دوں گی۔''میری بہت خوش نظر آتی تھی۔سانولی رنگت والی لڑکی نے بات سمجھ کر سر ہلایا۔

ہسپتال آ گیا تھا۔

ایک ڈاکٹر جو اس ہسپتال کا نگران تھا،اپنے چھوٹے سے آفس نما کمرے میں بیٹھا تھا۔وہ دونوں سیدھا اس کے پاس آئیں اور میری نے ہی ساری بات کی۔

''تم دونوں دو دن میرے ساتھ کام کر کے دکھاؤ۔میں پھر فیصلہ کروں گا کہ تمہیں پکی نوکری پہ رکھنا ہے یا نہیں۔''ذرا بڑی عمر کے ڈاکٹر نے اپنی ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔وہ دونوں خوشی سے جھولتی ہوئیں باہر ہسپتال کے لان میں آ گئیں۔

ٹھنڈی ہوا ہنوز چل رہی تھی۔

''قدرت اتنی جلدی بھی مہربان ہو جاتی ہیکیا؟'' لڑکی نے کچھ سوچتے ہوئے میری سے کہا۔

''ہاں ہو جاتی ہے۔قدرت انسان کی لگن دیکھتی ہے۔اگر لگن سچی ہو تو سارے راستے خود ہی سیدھے ہو جاتے ہیں۔'' میری نے اسے کہا۔دونوں خوش تھیں۔

''ویسے تمہارا نام کیا ہے؟'' دونوں بیک وقت بولیں اور ہنس دیں۔

''میری.....میری بین سن۔'' میری نے اسے اپنا نام بتایا۔''اور تمہارا؟''

''میرا نام لیزا ہے۔اور میں.....رہنے دو۔اب اور کیا بتاؤں؟'' آخر پہ وہ ہنس دی۔میری نے بھی اپنے دانت نکالے۔

''مجھے لگتا ہے ہماری خوب جمے گی۔'' میری نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں بالکل اور میں تمہیں بتاؤں.....''

''میری.....میری.....اٹھو۔'' انجلین نے کھڑکی کے ساتھ لگ کے کھڑی میری کو جگایا۔میری ایک دم جیسے ہوش میں آئی۔وہ ہنستی آنکھوں والی میری اب غائب ہو چکی تھی۔بہتے پانی کا شور اب اسے پھر سے سنائی دینے لگا تھا۔لالٹین کی روشنی اسی طرح کم زیادہ ہو رہی تھی۔

''مجھے لگا تم کھڑی کھڑی سو گئی۔'' انجلین نے کہا۔''تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟'' وہ فکرمند تھی۔

''ہاں.....بس۔کیا کہہ رہیں تھیں لیڈی مہر؟'' میری کو اچانک یاد آیا۔بات بنانے کے لیے اس نے کہا تھا۔

انجلین کا ذہن اسی طرف تھا۔''کچھ نہیں۔تم بتاؤ.....تمہاری آنکھوں میں اتنی ویرانی کیوں ہے میری؟ میں نے پہلے کبھی تمہاری آنکھوں میں یہ نہیں دیکھا۔''

وہ دونوں اب دوبارہ بیڈ پہ بیٹھ گئیں۔

''نہیں کچھ نہیں۔شاید تھکاوٹ ہے۔'' وہ بات بنا گئی۔انجلین کا اندازہ درست تھا۔گراؤنڈ میں بیٹھی میری اور بیڈ پہ بیٹھی میری کی آنکھوں میں واضح فرق تھا۔یہ بات وہ بھی جانتی تھی پر.....وہ کیا کر سکتی تھی؟ ماضی یاد کرو تو آنکھیں ویران ہو ہی جاتی ہیں۔

انجلین سمجھ چکی تھی کی میری اپنے ماضی کا ذکر نہیں کرنا چاہتی۔''تم نے چائے بھی نہیں پی۔'' اس نے بات ٹال دی۔یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔

''ہاں وہ.....میں تمہارا انتظار.....''

''میری تم سو جاؤ۔کل سے پھر یہی روٹین ہو گی۔آرام کرو۔'' انجلین اٹھی اور سائڈ ٹیبل سے دونوں کپ اٹھائے اور مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

''میں کیسے بتاؤں.....مجھے ایک گناہ کی کتنی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی۔'' اس نے سوچا اور آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ہتھیلی کی

پشت سے آنکھیں رگڑتی وہ لیٹ گئی۔شکر ہے خدا نے نیند بنائی ہے ورنہ انسان تو سوچ سوچ کر ہی مر جائے۔

لالٹین کا دیا بجھنے کے قریب تھا۔دریا کا شور اسی طرح تھا۔تیز ہوا بھی چل رہی تھی۔فرق تو صرف میری میں آیا تھا۔

☆☆☆☆☆

آسمان پہ جامنی رنگ بکھرا تھا۔ابھی سورج نہیں نکلا تھا البتہ بادلوں نے اپنا ذخیرہ کیا ہوا پانی پورے فورکس شہر پہ نچوڑ دیا تھا۔بارش گرنے کی آواز تو دریا میں بہتے پانی کی آواز سے بھی زیادہ تھی۔دفعتاً کھڑکی کے زور سے بند ہونے کی آواز آئی تو میری گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔رات کو وہ کھڑکی بند کرنا بھول گئی تھی۔

میری نے آنکھیں پھاڑ کر اردگرد دیکھا۔لالٹین بجھ چکا تھا۔وہ اپنے حواسوں میں واپس آئی تو ایک دم سے بیڈ پہ گر گئی۔کچھ دیر وہ ہونہی کھلی آنکھوں سے اوپر چھت کو دیکھتی رہی۔

وقت گزر رہا تھا۔ایک دم کسی خیال کے تحت وہ اٹھی۔بالوں کو کھلا ہی رہنے دیا اور غسل خانے میں چلی گئی۔منہ ہاتھ وغیرہ دھو کر وہ باہر نکلی۔

سورج اپنے طلوع ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔بارش ابھی تک ہو رہی تھی۔اس نے کھڑکی بند کی پھر الارم بند کیا اور ایک اسٹالر سا اپنے چہرے کے گرد لپیٹا اور پاس رکھا ایک نسبتاً موٹا کپڑا زمین پہ بچھایا۔

باہر ہال ویران پڑا تھا۔سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

نیچے سے ایک دروازہ کھلا اور لیڈی مہر اپنے مخصوص انداز میں کمرے سے باہر آئیں۔رات میں جلائے گئے لالٹین اب بجھ چکے تھے۔جو ایک آدھ ذرا بچا تھا تو لیڈی مہر نے پھونک سے بجھا دیا۔پورے برآمدوں کا چکر لگایا تو اتنے میں انجلین کمرے سے باہر آئی۔

لیڈی مہر ہال کے دوسری طرف تھیں۔

''انجلین بات سنو.....'' اپنی رعب دار سنجیدہ آواز میں انہوں نے انجلین کو مخاطب کیا۔کچن میں جاتی انجلین مڑی اور چلتی ہوئی ان کے پاس آئی۔

''میری سے کہنا آج بھی پانی بھر کے لائے۔یہ نا ہو کہ بارش کا بہانا کر کے وہ چھٹی کر لے۔'' لیڈی مہر کا ایک اور سخت حکم.....

''پر بارش.....''

''مجھے اپنی بات ایک سے زیادہ بار دھرانے کی عادت نہیں ہے۔تم یہ بات جانتی ہو۔'' ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔''اب جاؤ۔'' اسی اٹھے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔بے بس انجلین کچن کی طرف چل پڑی۔

سورج اتنی بارش میں بادلوں کے پیچھے چھپ گیا۔آج آسمان پہ برستے بادلوں کا راج تھا۔

کچھ دیر بعد میری کچن میں آئی۔رسمی سلام دعا کی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔انجلین لیڈی مہر کا ناشتہ تیار کرنے لگی۔

''شکر ہے آج پانی بھرنے نہیں جانا پڑے گا۔'' میری نے سکھ کا سانس لیا تو انجلین نے اسے افسوس سے دیکھا۔

''تمہارے لیے بری خبر ہے میری۔لیڈی مہر نے.....''

''پلیز اب یہ مت کہنا ہے انہوں نے اتنی بارش میں بھی پانی منگوایا ہے؟''اس نے انجلین کی بات کاٹی۔''اب اتنی بری بھی نہیں لگتیں وہ۔''

''افسوس.....لیکن،تمہیں آج بھی پانی لینے جانا ہوگا میری۔لیڈی مہر نے مجھے ابھی کہا تھا کہ میری آج بھی پانی لائے گی۔''انجلین کے انداز میں افسوس اور دکھ شامل تھا۔

''حد ہوتی ہے۔کوئی انسان اتنا.....آہ۔''اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔وہ برے موڈ سے اٹھی اور مٹکا اٹھایا۔

''دھیان سے جانا میری۔''انجلین فکرمند نظر آتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ راستہ کافی دشوار ہے۔

میری اس کی بات سنی ان سنی کرتی غصے سے باہر چلی گئی۔

بارش کی رفتار میں ذرا کمی آئی تھی۔قدرت کو ہی میری پہ ترس آ گیا تھا شاید۔

غصے سے وہ اورفن ایج کے باہر نکلی۔بارش تو ہو ہی رہی تھی۔اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔اوپر برآمدہ تھا۔آسمان تو اسے بعد میں نظر آیا پر اوپر لگا صلیب کا نشان اسے پہلے نظر آیا۔

منہ میں لیڈی مہر کو برا بھلا کہتی وہ برآمدے سے باہر نکلی۔بارش اس کے وجود پہ پڑی۔ٹھنڈا پانی پڑتے ہی اس نے سرد جھرجھری لی۔اب جو بھی تھا۔اسے جانا ہی تھا۔

جیسے تیسے کر کے وہ مٹکا اٹھاتی بارش میں بھیگتی ہوئی کچے راستے پہ چل رہی تھی۔بارش کے باعث راستے میں کیچڑ بن گیا تھا۔وہ بہت ہمت جمع کرتی نیچے اترنے لگی۔بعض جگہ وہ پھسلتی پھسلتی بچی۔مسلسل منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی۔لیڈی مہر کی شان میں گستاخیاں.....

اتنے میں بارش رک چکی تھی۔آخر کار وہ نیچے اتر گئی۔سامنے دریا بہہ رہا تھا۔پاس پڑے بڑے سے پتھر پہ وہ گیلے وجود کے ساتھ بیٹھ گئی۔سانس بحال کیا پھر پانی پیا۔سورج بھی اب بادلوں کے پیچھے نہیں چھپا تھا۔اس نے شکر ادا کیا۔

دریا سے پانی بھرا اور اوپر چڑھنے لگی۔مٹی ابھی گیلی ہی تھی۔اسے اپنے قدم مضبوط کرنے تھے۔

کل سے زیادہ مشقت کر کے وہ اورفن ایج تک پہنچی۔بار بار وہ زمین پہ ہاتھ رکھتی۔اس کے ہاتھ مٹی سے بھر گئے تھے۔غیر ارادی طور پہ اس نے منہ پہ ہاتھ پھیرا تو مٹی اس کے منہ پہ بھی لگ گئی۔ایسے اس کا چہرہ واضح نہ رہا۔

وہ ہانپتی ہوئی اورفن ایج تک پہنچی تو ہال میں اسے انجلین کی آواز سنائی دی۔شاید وہ کسی سے بات کر رہی تھی۔مخاطب کار کوئی مرد تھا۔

''شکریہ.....میں لیڈی مہر کو بتا دوں گی۔''انجلین نے اس مرد کے ہاتھوں سے چیزیں لیتے ہوئے کہا۔

میری ان کے قریب آئی۔پانی سے بھرا مٹکا وہیں رکھ دیا۔''یہ کون ہے؟''میری نے انجلین سے سوال کیا۔اس آدمی کو اس نے یکسر نظر انداز کیا تھا۔

انجلین نے ذرا چونک کر میری کو دیکھا۔اس کے چہرے پہ مٹی لگی تھی۔انجلین نے اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔وہ شاید تھوڑی پریشان ہوئی تھی پر جلدی قابو پالیا۔اس آدمی نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا۔شاید وہ میری کا اصل چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔

''کل جو تاجر آئے تھے یہ ان کا بیٹا ہے۔لیڈی مہر نے جو سامان لانے کا کہا تھا یہ وہ لائے ہیں۔'' ہیجان چھپاتے ہوئے اس نے کہا۔میری نے ایک سرد نگاہ اس آدمی پہ ڈالی۔اس نے میری کو دیکھتے ہوئے سر کو ہلکا سا خم دیا۔

وہ جوان لڑکا تھا۔گہرے بھورے بالوں پہ کالی پی کیپ پہنے، بال رنگ آنکھیں جو بہت خوبصورت تھیں، ذرا بڑھی شیو، سفید رنگت اور سرمئی رنگ کی پینٹ شرٹ پہنے وہ بلاشبہ ایک وجیہہ مرد تھا۔دیکھنے والا اس پہ دل ہار سکتا تھا۔

''ٹھیک ہے۔میں اندر جا رہی ہوں، سامان اندر لے آؤ۔مجھے ضرورت ہے۔کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔'' میری نے کہا اور آگے بڑھ گئی۔وہ وجیہہ شخص ابھی تک کچھ نہ بولا۔

''آ بھی جاؤ انجلین .....'' انجلین اور وہ ابھی تک ویسے ہی کھڑے تھے تو میری بولی۔انجلین ہڑبڑا گئی اور ایپرن کی نادیدہ سلوٹ درست کی۔

''آ رہی ہوں۔'' وہ سنبھل کر بولی۔وہ شخص مسکرا دیا۔اس کی مسکراہٹ بھی اسی کی طرح خوبصورت تھی۔

''میں چلتا ہوں۔'' اپنی بھاری مردانہ آواز میں بولا اور پاس رکھا تھیلا اٹھاتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔بارش کے بعد موسم میں زیادہ تبدیلی نہیں آئی تھی۔اس جگہ کی آب و ہوا ہی ایسی تھی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' انجلین نے اسے پیچھے سے پکارا۔

وہ مڑ گیا۔ایک ہاتھ سے پی کیپ درست کی۔''رابرٹ (Robert)۔'' یک لفظی جواب اور وہ بے نیاز سا آگے بڑھ گیا۔

انجلین اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔ذرا آگے اس کا گھوڑا کھڑا تھا۔وہ گھوڑے پہ بیٹھا اور دور فضا میں گم ہو گیا۔

انجلین نے سر جھٹکا تو جیسے وہ ہوش میں آئی۔وہ فوراً سامان اٹھائے اندر کی طرف بڑھی آیا کہ لیڈی مہر نہ آ جائیں۔

☆☆☆☆☆

''آپ سب کیسے ہیں؟'' دو اینٹیں اونچے بنے اسٹیج پہ وہ کھڑی تھی۔اسی طرح ایک قطار میں بچے اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

''ہم سب ٹھیک ہیں۔شکریہ۔'' سب نے بآوازِ بلند کہا۔خلافِ معمول آج وِل نے بھی جواب دیا۔میری کو خوشی ہوئی تھی۔یہ سب اس نے انہیں کل والی اخلاقیات کی کلاس میں سکھایا تھا۔

''سسٹر میری آپ کیسی ہیں؟'' وہ معصوم سی آواز ایلس کی تھی۔میری کو لگا وہ سب اسے قبول کرنے لگے ہیں۔

''میں بھی ٹھیک ہوں ایلس۔تمہارا شکریہ۔'' وہ کھلے دل سے مسکرائی۔پانی بھر کر لانے کی ساری تھکن اب کہیں بھی نہیں تھی۔

دروازہ کھلا اور انجلین، ہاتھوں میں سامان اٹھائے اندر چلتی آئی۔سب نے مڑ کر اسے دیکھا۔اسٹیج تک آ کے اس نے سامان رکھا اور ساتھ ہی کرسی پر بیٹھ گئی۔اس کا تنفس پھول چکا تھا۔

میری اس کی طرف گھومی۔ ''آرام سے انجلین ..... یہ لو پانی پیو۔'' اس نے کہا اور پانی کا گلاس اسے تھمایا۔

''ہاں، مجھے لگا کہیں دیر نہ ہو جائے۔ میں لیڈی پہر کے پاس تھی اسی لیے آنے میں دیر ہو گئی۔'' انجلین نے پھولے تنفس سے کہا اور پھر پانی پیا۔ وہ اب بہتر تھی۔

کھڑکی سے کمرے میں روشنی آ رہی تھی۔ پردے ہٹے تھے اور سب کچھ واضح تھا۔

''او کے، میں چلتی ہوں، ابھی دوپہر کا کھانا بھی بنانا ہے۔ ایک انجلین کہاں کہاں جائے؟'' وہ تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

میری ہنس دی۔ ''ہاں جاؤ۔'' انجلین چلی گئی تو وہ دوبارہ سے بچوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''یہ آپ سب کے لیے ہیچو۔'' اس نے سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تھا۔ ''اب آپ باری باری میرے پاس آؤ اور اپنی چیزیں لے جاؤ۔'' سب سے پہلے صاف ستھرے فراک میں ملبوس نینسی آئی۔ میری نیا یک قلم، ایک کاپی اور ایک کتاب اسے تھما دی۔ وہ شکریہ ادا کرتی واپس پلٹ گئی۔ پھر اسی طرح ایلس، جارج، وِل اور ایزابیل بھی آئی۔ سب نے آج صاف کپڑے پہنے تھے۔ میری سے سامان لیا اور شکریہ کہتے واپس پلٹ گئے۔

کسی سے چیز لینا اور پھر شکریہ کہنا، یہ بھی انہیں میری نے ہی سکھایا تھا۔

بچوں کے اندر واضح تبدیلی دیکھ کر اسے بے حد خوشی ہوئی تھی۔

میری کے پیچھے دیوار کے آگے لوہے کا ایک دروازہ رکھا تھا۔ وہ اس دروازے کو بورڈ کی طرح استعمال کرے گی۔ اس نے چاک پکڑا اور اس پہ لکیریں کھینچنے لگی۔ بچے پریشانی کے عالم میں اسے دیکھ رہے تھے کہ وہ کیا لکھ رہی ہے؟ سب کچھ ان کے سروں اور ننھے دماغوں کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ کچھ لکھ کر وہ واپس گھومی۔ بچوں کے چہروں کے تا?ثرات بتا رہے تھے کہ انہیں کچھ سمجھ نہیں آیا۔

اس نے لوہے کے دروازے پہ انگریزی حروفِ تہجی کے پہلے تین حرف لکھے۔

بچوں کو بول کر بتایا اور پھر بچے اس کے پیچھے بلند آواز میں پڑھنے لگے۔ کچھ منٹوں کی جدوجہد کے بعد بچے یہ تین حرف سیکھ چکے تھے۔ آج کے لیے اتنا کافی تھا۔

کلاس ختم ہوئی تو وہ سب باہر آئے۔ بچے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ میری بھی اپنے کمرے میں آ گئی۔ تھوڑا آرام کر لیا جائے۔

اس نے سوچا۔

وہ بیڈ پہ چت لیٹی تھی۔ دریا میں بہتے پانی کی آواز اسی طرح آ رہی تھی۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔ شاید وہ سو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆

میری کے کمرے کی مخالف سمت بنے کمرے میں لیڈی مہر داخل ہوئیں۔ وہ کمرہ بھی لیڈی مہر کے کمرے جتنا تھا۔ وہ اندر آئیں اور کھڑکی سے پردے وا کیے۔ سنہری دھوپ نے کمرے میں قدم رکھا اور اسے روشن کر دیا۔ ہر چیز واضح ہو گئی۔

وہاں ایک بیڈ تھا، جس پہ نفاست سے چادر بچھی تھی۔ ایک طرف بڑی سی کھڑکی تھی اور اس کے ساتھ ہی بڑا سا شیشہ لگا تھا۔ بیڈ کے

ساتھ ایک چھوٹا سا پلنگ نما سا کچھ تھا۔ کمرہ نفاست سے سجایا گیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا۔

لیڈی مہر بیڈ پہ بیٹھ گئیں اور چادر پہ ہاتھ پھیرنے لگیں۔ آنکھوں کے گوشے بھیگے تو منظر دھندلا ہوتا گیا۔

''میں نے یہ کیا کر دیا؟ اپنے وجود کو خود سے الگ کر دیا۔ اس بھری دنیا میں میں نے خود کو اکیلا کر دیا۔ کوئی میرے ساتھ نہیں ہے۔ آخر میں نے..... میں نے ایسا کیوں کیا؟'' انہوں نے خود کلامی کی۔ آواز میں رنجیدگی تھی۔

''اگر میں ایسا نہ کرتی تو آج چیزیں مختلف ہوتیں۔ ہم سب ایک خوش گوار زندگی گزارتے۔ کاش..... کاش۔'' اب وہ رونے لگی تھیں۔

کمرے میں موجود ہر چیز ان کو روز یہاں آ کر روتا دیکھتی تھی۔ وہ سب اس کے عادی تھے۔

''میں نے جس وجہ سے یہ سب کیا..... تب مجھیو ہ معیوب لگتی تھی پر اب..... اب وہ میرے جینے کا مقصد ہے۔ اتنی سی بات اگر میں تب سمجھ جاتی تو میں آج یوں اکیلی نہ ہوتی۔''

ان کا ہاتھ اسی طرح چادر سہلا رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور اسی چادر میں جذب ہو گئے۔ کمرے سے باہر موجود کسی شخص کو ان کی اس حالت کا نہیں پتا تھا۔ وہ سب لیڈی مہر کو ایک مضبوط عورت سمجھتے تھے۔ پر انہیں کیا پتا تھا کہ لیڈی مہر ایک غار میں بند ہیں۔ انہوں نے خود کو اس غار میں بند کیا تھا۔ تب انہیں اندازہ نہیں تھا کہ غار میں بند ہونا کیا ہوتا ہے پر اب..... اب وہ بخوبی اس تکلیف کو سمجھ سکتی تھیں۔

ہر انسان ایک غار میں بند ہوتا ہے۔ بعض دفعہ حالات اور بعض دفعہ انسان خود ہی خود کو غار کا مکین بنا لیتا ہے۔ اس غار سے نکلنا آسان بھی ہے اور کٹھن بھی، پر جو انسان اپنی غلطی اور حالات کو قبول کر لیتا ہے، وہ اس غار سے جلدی نکل جاتا ہے۔

لیڈی مہر نے اپنی غلطی اور حالات کو قبول کر لیا تھا۔ شاید وہ اس غار سے جلدی نکلنے والی تھیں۔

☆☆☆☆☆